Knowledge for All
SABIL-E-SAKINA

۷۸۶

۹۲_۱۱۰

یا صاحب الزماں ادرکنی

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری۔

www.ziaraat.com

SABEEL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.co.cc
sabeelesakina@gmail.com

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

نمونۂ صبر
زینب (ع)
تألیف
اکبر اسدی ، مہدی رضائی
ترجمہ نثار احمد زین پوری
Presented by www.ziaraat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انصاریان پبلیکیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۳۷۱۸۵-۱۸۷

قم جمہوری اسلامی ایران

ٹیلی فون نمبر ۷۴۱۷۴۴

مشخصات

نام کتاب ______ نمونۂ صبر "زینبؑ"

تألیف ______ اکبر اسدی، مہدی رضائی

ترجمہ ______ نثار احمد زین پوری

کتابت ______ سید پیغمبر عباس نوگانوی

ناشر ______ انصاریان پبلیکیشنز، قم، ایران

پریس ______ صدر، قم

پہلا ایڈیشن ______ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ / جولائی ۱۹۹۶ء

تعداد ______ ۲۰۰۰

فہرست

مقدمہ

حضرت آیت اللہ جعفر سبحانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نمونے

جوان کی زندگی عقل و تقلید سے مخلوط ہے، بعض مسائل میں اپنی عقل سے کام کرتا ہے اور اپنے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے لیکن زیادہ موقعوں پر دوسروں کی روش کا اتباع کرتا ہے ، اس پیروی میں فائدہ وضرر کے بارے میں نہیں سوچتا ہے ، اور ان کی رفتار کے صحیح ہونے کو اپنے معیار پر تولتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقلی و تقلیدی تحرک (جوان کی) انسانی زندگی کا لازمہ ہے کیوں کہ ابھی اس کی شخصیت کمال و پختگی کی منزل تک نہیں پہنچتی ہے اور مختلف قسم کے جذبات و کشش اس کے وجود کی سوئی کو عقل و احساس کے درمیان چلاتے رہتے ہیں ،

دوسروں کی تقلید کے بارے میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ جوانوں ہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ دیگر اشخاص بھی یہاں تک کہ طویل العمری کے زمانہ میں ۔ کچھ کمی کے ساتھ ۔ دوسروں کی طرف کھنچے

ہیں اور ان کی تقلید کرتے ہیں، یہ حقیقت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ ہم معاشرے کو خصوصاً جوانوں کو ممتاز اور وآراستہ شخصیتوں سے متعارف کرائیں تاکہ وہ انھیں زندگی میں اپنا ممتاز و بہترین نمونہ بنائیں اور ان کی راہ وروش سے درس حاصل کریں۔

قرآن مجید رسول اکرمؐ کو "اسوۂ حسنہ" کے عنوان سے پہچنواتا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا" [1]

تم میں سے اس شخص کے لئے رسولؐ نمونہ واسوہ ہیں جو کہ اللہ اور آخرت سے امیدیں وابستہ کئے ہوئے ہے اور خدا کو بہت زیادہ یاد کرتا ہے۔

ہماری جوان نسل کو آج دوسروں سے زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کے سامنے دسیوں نمونے پیش کئے جائیں کہ جن سے وہ اپنے اخلاق وگفتار اور سماجی مسائل میں درس لیں، لیکن یہ نمونے ازنظر کمال دراہ کشائی یکساں نہیں ہیں بلکہ ان میں سے جو خاندان رسالت سے جتنا زیادہ

۱ سورۂ احزاب، آیت ۲۱

قریب ہے وہ اتنا ہی زیادہ باکمال ہے۔

آل رسولؐ میں باغ ولایت کا ثمرہ زینبؑ کبریٰ ایک کمال یافتہ انسان کے لئے واضح نمونہ ہیں زینبؑ ازنظر ایمان وتقویٰ، علم ومعرفت، صبر واستقامت اور دوسرے انسانی فضائل کے اعتبار سے دنیا کی عورتوں میں نمونہ ہیں چنانچہ جہاں بھی ایثار و بردباری کا تذکرہ ہوتا ہے وہاں اس عظیم خاتون کا نام آتا ہے۔

زیر نظر کتاب کربلا کی شیردل خاتون کی حیات کی مختصر تحقیق ہے، زینبؑ کی زندگی کا ہر پہلو با ایمان اور نمونہ جو بہتوں کے لئے بہترین معلم ثابت ہو سکتا ہے۔

زینبؑ کبریٰ کی زندگی کو چند حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ وہ زمانہ جو کہ آپ نے رسولؐ اور اپنی والدہ فاطمہ زہراؑ کے ساتھ گزارا اور یہ بہت ہی مختصر زمانہ تھا۔

۲۔ ماں کے انتقال کے بعد اپنے والد حضرت امیرالمومنین کے ساتھ کا زمانہ

۳۔ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد اور شہادت امام حسنؑ سے پہلے تک کا زمانہ۔

۴۔ امام حسنؑ کی شہادت کے بعد عاشورا تک کی زندگی۔

۵۔ آپ کی زندگی کا آخری حصہ بڑا ہی سبق آموز اور اہمیت کا حامل ہے عاشورا کے بعد سے ۶۲ھ یعنی اپنی آخری سانس تک تحریک حسینی کی قیادت کی، خوش قسمتی سے اس کتاب میں ان تمام پہلوؤں کو روشن

کیا گیا ہے۔

کتاب ہذا کی تالیف کے سلسلہ میں ہم، مرکز تحقیقات اسلامی جانبازان، کے شکر گزار ہیں اور جوانوں خصوصاً اپنی بہنوں سے اس کتاب کے مطالعہ کی درخواست کرتے ہیں، امید ہے کہ اس قسم کی کتابوں کو کم قیمت میں کثیر تعداد میں شائقین کے لئے فراہم کیا جائے گا کہ مغرب کے ثقافتی حملہ کے دفاع کے لئے ایسی کتابیں محکم و مثبت قدم ہیں،

جعفر سبحانی

موسسۂ امام صادق قم

۱۳۷۴/۶/۸ ھ ش

پیش گفتار

موجودہ زمانہ میں ثقافتی ضرورتوں میں سے ایک معارف دینی کے شکوہ مندو تابناک اقدار کو بہترین طریقہ سے بیان کرنا ہے دین کے گرانقدر اور روشن معارف میں سے ایک اولیاء و اوصیاء خدا کی نظری و عملی سیرت کے بیکراں آفاق کی شناخت بھی ہے۔

اولیاء دین اور ارباب معرفت کی زندگی کی دانشورانہ ومفکرانہ تحقیق، حقیقت کے متلاشی افراد کے لئے مشعل راہ ہے، تاکہ وہ ان عظیم نمونوں کے آب حیات میں اپنی ارواح کو پاک کریں اور ان لاہوتی روحوں کے فیض سے جینے کا سلیقہ سیکھیں۔

مرکز تحقیقات اسلامی جانبازان نے اس اہم فریضہ کی انجام دہی کی کوشش کی ہے۔ اور راہ خدا کے جانبازوں کی ثقافتی ضرورت کو پورا کرنے اور جانبازی کی ثقافت کو بیان کرنے کے لئے تاریخ اور

دینی معارف کے سلسلہ میں ایک مجموعہ فراہم کیا ہے۔

یہ کتاب جو کہ اب قارئین کے ہاتھوں میں ہے، اس مجموعہ کا ایک حصہ اور مرکز کے اراکین کی کوشش کا ماحاصل ہے، زیرِ نظر کتاب حریم نبوت و ولایت میں پرورش پانے والی صدیقۂ طاہرہ حضرت زینبؑ کبریٰ کی سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ بے شک آپؑ کی سراسر عبودیت و معنویت اور صبر و استقامت حیات سب کے لئے خصوصاً عورتوں اور ایثار پروروں کے لئے تقرب و تکامل میں افزائش کا سبب ہے۔

اس کتاب کو مستند تواریخ اور معتبر ماخذ سے فراہم کر کے سلیس و سادہ زبان میں لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب حضرت زینبؑ کی حیرت انگیز و سبق آموز شخصیت کو پیش کرتی ہے۔ واضح رہے دمع السجوم اور منتہی الامال سے لئے گئے مطالب اور بعض تاریخی مطالب میں کچھ تصرف کیا گیا ہے، قارئین محترم کی راہنمائی اور آراء پر ہم ان کے شکر گزار ہوں گے، خداوند عالم سے توفیق و معرفت اور طاعت کی دعا ہے۔

ناشر
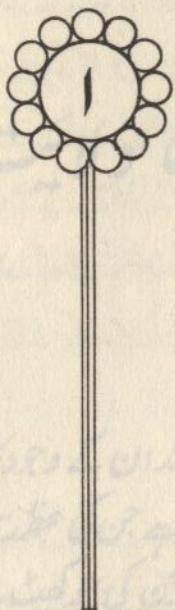
پہلی فصل

گُلِ ولایت

عالمِ ہستی اس خاندان کے وجود کا رہین منت ہے جو انسانیت کو اس کا مفہوم عطا کرتا ہے جن کی عظمت و جلالت کے سامنے ہر شئے تعظیم سے سر خم کرتی ہے، جن کی چوکھٹ پر ملائکہ خاکساری سے جبہ سائی کرتے ہیں، جن کی مجلس و محفل میں داخل ہونے کے لئے جبرئیل اذن باریابی طلب کرتے ہیں، جو کہ کائنات کا لب و لباب ہیں جو کہ خدا کے صفاتِ جلال و جمال کی جلوہ گاہ ہیں۔

وہ پیغمبرؐ اور ان کے اہل بیت ہیں کہ جن کے وجود اور محبت کو تخلیق کائنات کا سبب و علّت قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے، میں نے بیکراں آسمان، وسیع زمین روشن چاند درخشاں سورج، چلتے پھرتے ستارے، بہتے دریا اور چلنے والی کشتیوں کو آپ اہلبیتؑ کی محبت کی وجہ سے پیدا کیا ہے (حدیث کساء)

ان پانچ، رسولؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ، انوار مقدس سے خدا نے ہر قسم کے رجس کو دور کیا ہے[1] یہ خاندان ولایت ہے، ایسے عظیم خاندان میں ایک دختر پیدا ہوتی ہے جو کہ ان کے فخر و مباہات کا سبب بنتی ہے، ولایت کے عظیم درخت کا پھول ہے جو کہ با وفا ایثار گر، شہامت و تقوے کی مالک اور راہ خدا میں صابر و ثابت قدم اور راہ خدا پر گامزن تمام لوگوں کے لئے خصوصاً ان عورتوں کے لئے جو کہ خود کو اہل بیتؑ کا پیرو سمجھتی ہیں ایک نمونہ ہیں۔

ولادت

حضرت علیؑ کے صلب اور جناب فاطمہ زہراؑ کے بطن مبارک سے حسنؑ، حسینؑ، زینبؑ و ام کلثوم اور حضرت محسن پیدا ہوئے[2]

امام جعفر صادقؑ کے فرمان کے مطابق محسن جناب فاطمہ زہراؑ کی آخری اولاد تھے جو اس وقت شکم مادر میں شہید ہو گئے تھے جب دشمنان اسلام نے خانۂ علیؑ پر حملہ کیا تھا، جناب محسن کے شہید ہو جانے سے فاطمہ زہراؑ علیل ہو گئیں اور اس مرض کی وجہ سے شہادت واقع ہوئی[3]

---

[1] آیۂ تطہیر، سورۂ احزاب آیۃ ۳۳ ، [2] مروج الذہب مسعودی ج ۳، ص ۶۳، بحار الانوار ج ۴۳ص ۲۱۴ ، [3] بحار الانوار ج ۴۳، ص ۱۷۰، روایت ۱۱

جناب زینبؑ گہوارۂ ولایت کی تیسری اولاد ہیں، قوی احتمال ہے کہ آپ نے ہجرت کے چھٹے سال مدینہ میں ولادت پائی[1]

زینت پدر

زینبؑ یعنی باپ کی زینت، یہ نام خدا نے اس دختر کے لئے انتخاب کیا تھا جو کہ اپنا پیغام پہنچا کر فخرِ تاریخ اور خاندان نبوت و ولایت کے لئے باعث افتخار بن گئی، اسی لئے تاریخ کربلا میں، جو کہ اسلام و تشیع کی زندہ وجاوید تاریخ ہے، زینبؑ کا نام آپ کی فداکاری کی وجہ سے درخشاں ہے:

اس دُرِّ ولایت کی رسمِ نام گزاری تاریخ میں اس طرح رقم ہوئی ہے۔

آسمانی نام

جب جناب زینبؑ پیدا ہوئیں تو اس وقت رسولِ خدا سفر میں تھے، فاطمہ زہراؑ نے حضرت علیؑ سے عرض کی، اس بچی کا کوئی نام رکھ دیجئے، علیؑ نے فرمایا: اس سلسلہ میں آپؐ کے والد ماجد پر سبقت نہیں کروں گا، پیغمبرؐ کی آمد کا انتظار کروں گا۔

---

[1] زندگانی فاطمہ زہراؑ، ص ۲۴۴، بعض مورخین نے سنہ ولادت ۵ ہجری تحریر کیا ہے۔ مترجم

جب رسولؐ سفر سے واپس تشریف لائے اور حضرت علیؑ سے
جناب زینبؑ کی ولادت کی خبر سنی تو فرمایا: فاطمہ کی اولاد میری اولاد
ہیں لیکن ان کے بارے میں خدا فیصلہ کرتا ہے۔

اس کے بعد جبریل امین نازل ہوئے اور عرض کی کہ خداوند
عالم آپؐ پر سلام بھیجنے کے بعد فرماتا ہے کہ اس دختر کا نام زینبؑ
رکھ دیجئے کہ میں نے لوح محفوظ میں اس کا یہی نام رقم کیا ہے، اس
وقت رسولؐ خدا نے زینبؑ کو آغوش میں لیا بوسہ دیا اور فرمایا:
میری وصیت ہے کہ سب اس بچیؑ کا احترام کریں کہ یہ خدیجۃ الکبریٰ
کی مانند ہیں۔[1]

یعنی جس طرح اسلام کی ترقی اور مقصد پیغمبرؐ کی تکمیل کے
لئے حضرت خدیجہؑ کی کوششیں نہایت ثمر بخش تھیں اسی طرح راہ
خدا میں حضرت زینبؑ کی استقامت و صبر بھی بقاء اسلام کے لئے
اہمیت کا حامل ہے۔

رسولؐ کے ہمراہ

اگر حضرت زینبؑ کی ولادت ہجرت کے چھٹے سال اور وفات
رسولؐ خدا کی، ہجرت کے گیارہویں سال فرض کی جائے تو آپؐ رسولؐ

1۔ ریاحین الشریعہ، ج ۳، ص ۳۸

کے ساتھ پانچ سال سے زیادہ نہ رہ سکیں اور صحابہ رسولؐ میں
شمار ہونے کے لئے یہ مدت کافی ہے، اس مبنا کے لحاظ سے جس نے
بھی اصحاب رسولؐ کی سوانح حیات لکھی ہے اس نے نامِ زینبؑ
سے بھی اپنی کتاب کو زینت دی ہے۔[1]

آغوش محبت میں

زینبؑ کے لئے یہ پانچ سال نور پیغمبرؐ کی تابش سے استفادہ
کرنے کے لئے ایک فرصت تھی اور یہ کہ رسولؐ خدا انھیں آغوش محبت
میں پرورش کریں اور معرفت کے چشمہ سے سیراب کریں اور آپ
کو صبر و استقامت کا درس دیں، کیونکہ رسولؐ اکرم زینبؑ کی زندگی
میں پیش آنے والی مصیبتوں اور دشواریوں سے بخوبی واقف تھے
اور جانتے تھے کہ ان ناگوار حوادث اور مصائب کو برداشت کرنے کے
لئے بلند ہمتی، شیر کا دل اور عشق خدا سے سرشار قلب چاہئے، گویا رنج
و مصیبت حضرت زینبؑ کی سرنوشت کا جزو تھے اور خداوند عالم نے
ان میں صبر و پائیداری کو جلوہ گر کر دیا تھا، تاکہ راہِ خدا پر گامزن
انسانوں کے لئے نمونہ صبر بن جائیں۔

1۔ اسد الغابہ جلد ۷، ص ۱۳۲ و الاصابہ جلد ۴، ص ۳۲۱، رقم ۵۱۰

دردناک خواب

جناب زینبؑ کے سامنے جو حوادث سے لبریز اور المناک راستہ آنے والا تھا اسے آپؑ نے عہد طفلی ہی میں آیئنہ خواب میں دیکھ لیا تھا اور اسے اپنے جد رسولؐ اکرم سے بیان کیا تو پیغمبر اکرمؐ نے اس خواب کی تعبیر میں وہی حوادث بیان فرمائے جو زینبؑ کے سامنے آنے والے تھے تاکہ علیؑ کی لاڈلی اور فاطمہ زہراؑ کی لخت جگر ان حوادث کے مقابلہ کے لئے خود کو تیار کرلیں۔ یہ خواب تاریخ میں اس طرح نقل ہوا ہے، پیغمبرؐ اسلام کی وفات کا وقت قریب تھا: زینبؑ خدمت رسولؐ میں آئیں اور اپنی بچپنے کی زبان میں اس طرح گویا ہوئیں:

اللہ کے رسولؐ کل رات میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ شدید قسم کی آندھی اٹھی ہے اور اس کی تاریکی میں دنیا ڈوب گئی ہے اور اس شدید آندھی کی وجہ سے میں ادھر ادھر چلی جاتی ہوں یہاں تک کہ میں نے ایک بڑے درخت کے نیچے پناہ لی لیکن اس شدید آندھی نے اس درخت کو بھی اکھاڑ دیا اور میں زمین پر گر پڑی، پھر میں نے اس درخت کی ایک شاخ کے نیچے پناہ لی لیکن وہ بھی تا دیر باقی نہ رہی،

اس کے بعد میں نے اس درخت کی تیسری شاخ کے سایہ میں پناہ لی لیکن آندھی کی شدت سے وہ شاخ بھی ٹوٹ گئی، اس کے بعد میں نے دو جڑی ہوئی شاخوں کے نیچے پناہ لی تو ناگہاں وہ شاخ بھی ٹوٹ گئی اور میں خواب سے بیدار ہوگئی۔

زینبؑ کا خواب سن کر رسولؐ اسلام بہت روئے اور فرمایا: زینبؑ جس درخت کے نیچے تم نے پہلی بار پناہ لی تھی وہ تمہارے جد ہیں جو کہ عنقریب دنیا سے رخصت ہوجائیں گے اور اس کے بعد کی دو شاخیں تمہارے ماں باپ ہیں کہ وہ بھی دنیا سے اٹھ جائیں گے اور وہ جڑی ہوئی دو شاخیں تمہارے بھائی حسنؑ و حسینؑ ہیں کہ جن کی مصیبت میں دنیا تاریکی میں ڈوب جائے گی![1]

اوّلین واقعہ

ابھی چند روز نہ گزرے تھے کہ زینبؑ کے خواب کے ایک حصہ کی

۱۔ ریاحین الشریعہ، جلد ۳، ص ۵۰

تعبیر سامنے آگئی اور زینبؑ کبریٰ اور تمام مسلمانوں کے سروں سے پیغمبرؐ
اکرم کا سایہ اٹھ گیا اور آپ اولین پناہ گاہ سے محروم ہوگئیں عہد
طفلی میں یہ پہلی مصیبت تھی جس نے آپ کی روح کو صدمہ پہنچایا،
یہ ابتداء تھی لیکن زینبؑ تلخ ترین حوادث کے انتظار میں تھیں لیکن
تاریخ بشریت کی یہ شیر دل خاتون زندگی اور تاریخ کی مصیبتوں اور
شدائد کے سامنے عاجزی سے سر خم نہیں کرے گی بلکہ اور ثابت قدمی
واستقامت کے ساتھ حوادث کے طوفانوں کے درمیان لوگوں کے سامنے
اسلام کی دائمی حفاظت کا پیغام سنائیں گی۔

فاطمہ زہراؑ کے ہمراہ

اپنے والد کی وفات کے بعد فاطمہ زہراؑ زیادہ دن زندہ نہ
رہیں[1]، بنا برایں صدیقۂ کبریٰ کی مانند زیادہ دنوں تک ماں کی
محبتوں کے سایہ میں نہ رہ سکیں،

چند سال کی اس مختصر مدت نے، جو کہ نشیب و فراز اور تلخ و
شیریں یاد داشتوں سے پُر ہے، زینبؑ کو تحریک جاری رکھنے، راہ
خدا میں جہاد کرنے اور زندگی کے مشکلات و مصائب کا استقبال
کرنے کے لئے آمادہ کر دیا، رسولؐ خدا کی وفات کے بعد زینبؑ نے

۱۔ بحار الانوار جلد ۴۳ ص ۱۵۶

اپنی والدہ فاطمہ زہراؑ کو مسکراتے بھی نہیں دیکھا، فاطمہ زہراؑ، رسولؐ
خدا ایسے باپ کا سایہ اٹھ جانے اور آپؐ کی حمایت سے محروم ہوجانے
پر اتنا روئیں کہ آپ کا نام تاریخ کے مشہور گریہ کرنے والوں،
آدم، یعقوب، یوسف اور امام زین العابدینؑ کے ساتھ بیان
کیا جاتا ہے[1]۔

اس پورے زمانہ میں جناب زینبؑ اپنی والدہ کے ساتھ
رہیں، رسولؐ خدا کی وفات حسرت آیات، ماں کا اندوہ و غم اور
اہل بیتؑ پر دشمنوں کا ظلم و ستم دیکھا یہ المناک مصائب آپ کے ننھے
سے قلب پر اثر انداز ہوئے اور آپ صبر کرتی رہیں اور راہ خدا میں
ثابت قدم رہیں تاکہ آنے والے عظیم مصائب و شدائد کو برداشت کرنے
کے لئے یہ چیزیں تمہید بن جائیں۔

حق سے دفاع

جناب زینبؑ اپنی مادر گرامی حضرت فاطمہ زہراؑ کی اس تقریر
میں موجود تھیں جو آپ نے مسجد رسولؐ خدا میں حقوق اہل بیتؑ سے
دفاع اور فدک کے غصب کر لینے کے بارے میں کی تھی، اس مجلس
میں آپ کی والدہ نے جو خطبہ دیا تھا اس کو آپ نے ذہن میں محفوظ

۱۔ بحار الانوار جلد ۴۳ ص ۱۵۵، روایت ۱۔

کرلیا تھا یہاں تک اس خطبہ کے راویوں میں آپ کا بھی شمار ہوتا ہے۔[1]

آپ نے اپنی والدہ سے سیکھا کہ دشمنوں کے مقابلہ میں کس طرح استقامت کی جاتی ہے اور انھیں کیسے رسوا کیا جاتا ہے، آپ بازار کوفہ اور ابن زیاد و یزید کے قصروں کی بنیاد کو اپنے خطبوں سے ہلانے اور ان کے مظالم کو آشکار کرنے اور اسلام ولایت سے دفاع کے لئے تیار ہوگئیں۔

• • •

آخری دیدار

آخر کار مادر گرامی کے آخری دیدار اور وداع کا وقت بھی آگیا، ماں کو کفن پہنا دیا گیا، باپ کے کہنے کے مطابق اولاد فاطمہ زہراؑ اپنی ماں کو وداع کرتی ہیں، چند لمحوں کے لئے ماں کی میت سے لپٹی رہیں یہاں تک کہ آپ کے نالوں سے فرشتوں میں کہرام برپا ہوگیا... آئیے اس ماجرے کا ایک دل خراش گوشہ امیرالمومنینؑ کی زبانی سنیئے!

جب میں کفنِ فاطمہ زہراؑ میں گرہ لگانا چاہتا

۱۔ ریاحین الشریعہ جلد ۱ص ۳۱۴

تھا تو اس وقت میں نے حسنؑ و حسینؑ اور زینبؑ و ام کلثوم سے کہا: آؤ اپنی ماں کا آخری دیدار کرلو کہ یہاں سے جدائی کا آغاز ہے، اس کے بعد جنت ہی میں دیدار ہوگا، حسنؑ و حسینؑ ماں کے پاس آئے جب کہ آپ یہ کہہ رہے تھے نانا اور ہماری ماں کے اٹھ جانے سے جو غم کے شعلے ہمارے دلوں بھڑک اٹھے ہیں وہ ہرگز خاموش نہ ہوں گے، اماں جب ہمارے جد محمدؐ مصطفیٰ سے ملاقات کیجئے تو ہمارا سلام پہنچانے کے بعد کہہ دیجئے کہ آپؐ کے بعد ہم دنیا میں یتیم ہوگئے۔

علیؑ فرماتے ہیں:

قسم خدا کی میں نے دیکھا کہ فاطمہؑ نے نالہ و بکا کے ساتھ اپنے دونوں بیٹوں کو سینے سے لپٹا لیا کہ ناگہاں آسمان سے ہاتف کی آواز آئی اے ابوالحسنؑ حسنؑ و حسینؑ کو ماں کی آغوش سے جدا کیجئے کہ خدا کی قسم ان دونوں کے رونے سے آسمان کے ملائکہ میں کہرام بپا ہوگیا ہے...[1]

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۱۷۹۔

اس طرح حضرت زینبؑ بچپنے میں مہربان و شفیق ماں کے
سایہ سے محروم ہوگئیں کہ اس فراق کا بار الم آپ کے ننھے سے قلب
کو رنجیدہ کرتا رہا لیکن آپ رسولؐ اسلام، فاطمہؑ اور علیؑ کے مکتب کی
مسئلہ آموز ہیں اپنے مقصد میں کسی قسم کی تردید نہیں کرتی ہیں،
استقامت کے ساتھ آگے بڑھتی ہیں اور اپنا پیغام پہنچاتی ہیں،

ماں کے بعد

اب وجود فاطمہؑ کی شمع سے حضرت علیؑ کے گھر میں روشنی
نہیں ہوگی، اولاد فاطمہؑ کی نگہداری کا اقتضاء ہے کہ کوئی شخص اس
اہم ذمہ داری کو قبول کرے، اس اہم ذمہ داری کی طرف فاطمہؑ
زہراؑ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اشارہ کیا تھا اور اپنے
بچوں کے لئے مہربان مادر اور حضرت علیؑ کے لئے بہترین شریک حیات
کے لئے حضرت علیؑ کو وصیت کی تھی، یہ افتخار «امامہ» نامی خاتون
کو نصیب ہوا جو کہ فاطمہؑ زہراؑ کے فرمانے کے مطابق آپ کی اولاد
کے لئے آپ کی ہی مانند تھیں [1]

---

1 بحار الانوار ج ۴۳، ص ۱۹۲، مشہور یہ ہے کہ
فاطمہ زہراؑ کی شہادت کے بعد امیر المومنینؑ نے اپنے بھائی جناب عقیلؑ کے مشورے سے
فاطمہ نامی خاتون سے عقد کیا جو کہ بعد میں ام البنین کے لقب سے مشہور ہوئیں (مترجم)

ماں کے بعد حضرت زینبؑ نے علیؑ جیسے شفیق باپ کی تربیتوں
کے سایہ اور حسنؑ و حسینؑ ایسے بھائیوں کے ساتھ پرورش پائی اور
عہدِ طفلی ہی سے بہت سے مشکلات اور بے پناہ روحانی تکالیف
اٹھاتی رہیں اور خندہ پیشانی سے ان کا مقابلہ کرتی ہیں اور ایسے
ہی حالات میں عہد طفلی بسر ہوتا ہے۔
ہرچند زینبؑ حسنؑ و حسینؑ سے چھوٹی ہیں لیکن چوں کہ آپؑ
فاطمہؑ کی بیٹی اور ان کی تربیت کردہ ہیں، لیکن آپؑ سے فاطمہ زہراؑ
کی سی محبتِ مادری کی بو آتی ہے، آپؑ کے اور آپؑ کے دو بھائیوں
کے درمیان جو روحی لگاؤ اور محبت تھی اس کو ضبط تحریر میں
نہیں لایا جاسکتا ہے، اور یہ روحی لگاؤ آخری عمر تک باقی رہا
، زینبؑ فاطمہؑ زہرا کے ان جگر گوشوں سے جدائی برداشت نہیں
کرسکتی ہے، آئندہ قارئین ملاحظہ فرمائیں گے کہ زینبؑ مہربان
ماں کی طرح انھیں عشق و محبت دیتی ہیں اور اس محبت میں کوئی
چیز مانع نہیں ہوسکے گی۔

مشترک زندگی

حضرت زینبؑ اب مشترک زندگی کے آغاز کے نزدیک
پہنچ گئی ہیں، آپ جانتی ہیں کہ شادی ہر عورت کا طبیعی و شرعی
حق ہے اور اس سے روگردانی کرنا دائرۂ رسولؐ اسلام کے

آئین سے خارج ہو جانے کا سبب ہے [1]

لیکن حضرت زینبؑ سنت پیغمبرؐ پر عمل "یعنی شادی" کر لینے کے باوجود اس عظیم پیغام کو فراموش نہیں کرتی ہیں جو کہ آپؑ کے دوش پر ہے آپ اس بات کو بخوبی محسوس کرتی ہیں کہ ہر آن اور جگہ بھائی کے ساتھ رہنا ضروری ہے۔

یہ بھی جانتی ہیں کہ قیام و انقلاب حسینی اور آپؑ کے عزیزوں کی شہادت قید سے رہائی، صبر و پائیداری ان سب مراحل میں کامیابی اسی وقت ممکن ہے جب رہتی دنیا کے لوگوں تک ان کا پیغام پہنچا دیا جائے۔

اس لئے حضرت زینب نکاح نامہ میں اپنے بھائی حسین کے ہمراہ رہنے کی شرط تحریر کراتی ہیں[2] تاکہ اپنے اہم فریضہ کی انجام دہی سے باز نہ رہ جائیں اور دختر علیؑ کی خواستگاری کے وقت جب یہ شرط عبداللہؑ بن جعفرؑ ایسے پابند اسلام اور محبِ اہل بیت کے سامنے رکھی گئی ہوگی تو ان سے شرط کو قبول کرنے ہی کی توقع کی جا سکتی ہے، خواستگاری کی رسوم تمام ہوئیں اور عبداللہ بن جعفر کو زینبؑ کبریٰ ایسی شریکِ حیات کا افتخار مل گیا

---

[1] بحار الانوار، جلد ۱۰۳، صفحہ ۲۲۰، وسائل الشیعہ، جلد ۱۴، ص ۳، روایت ۶

[2] زینبؑ الکبریٰ، صفحہ ۸۹۔

حضرت زینبؑ کے شوہر

عبداللہؑ، جعفرؑ کے بیٹے ہیں اور جعفر حضرت ابو طالبؑ کے بیٹے اور حضرت علیؑ کے بھائی ہیں وہ جنگ موتہ میں داد شجاعت دے کر درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے تھے جعفر بن ابی طالب جعفر طیار کے نام سے مشہور ہیں، پیغمبرؐ اسلام کو آپؑ سے جو محبّت و الفت تھی اسے رسولؐ کے اقوال و احادیث میں دیکھا جا سکتا ہے، فتح خیبر کے وقت جب جعفر حبشہ سے لوٹ کر آئے تو پیغمبرؐ اسلام نے آپؑ کو سینہ سے لگایا، پیشانی کا بوسہ دیا اور فرمایا: میری سمجھ میں یہ نہیں آرہا ہے کہ میں کس بات پر زیادہ خوشی مناؤں جعفر کے لوٹنے پر یا فتح خیبر پر؟ رسول خدا نے انھیں مسجد کے پاس جگہ مرحمت کی [1]

جب جنگ موتہ میں جنگ کرتے کرتے جناب جعفر کے دونوں شانے قلم ہو گئے تو بھی اس بات پر تیار نہ ہوئے کہ پرچم زمین پر گر جائے، رسولؐ نے فرمایا ہے کہ خدا نے جعفر کو دونوں ہاتھوں کے بجائے دو پَر عطا کئے ہیں کہ جن سے وہ بہشت میں پرواز کرتے ہیں[2] اسی لئے آپ جعفر طیّار کے نام سے مشہور ہوئے ہیں۔

---

[1] اسد الغابہ، ج ۱، ص ۳۴۲، [2] مغازی، ج ۲، ص ۷۶۲۔

عبداللہ حبشہ میں پیدا ہوئے، آپ کی ولادت اس وقت ہوئی
جب جناب جعفر اپنی شریک حیات اور کچھ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ
پیغمبر اسلام کے حکم اور دشمنوں کی ایذارسانی کے سبب حبشہ ہجرت
کر گئے تھے[1] عبداللہ سے ان کے والد جعفر کی شہادت کے بعد رسولؐ بہت
محبت فرماتے تھے۔

تاریخ میں بیان ہوا ہے کہ جب عبداللہ کے والد جعفر درجۂ
شہادت پر فائز ہوگئے تو رسولؐ نے فرمایا: جعفر کے بچوں کو
میرے پاس لاؤ، آنحضرت نے ان میں سے ایک ایک کو سینے سے
لگایا، بوسہ دیا تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے[2] اور اس
عبداللہ جو کہ بچے ہی تھے کی دلجوئی فرمائی۔

رسولؐ اکرم کے بعد تاریخ شاہد ہے کہ عبداللہ نے حضرت علیؑ
کے ہمراہ فداکاری وایثار کا ثبوت دیا چنانچہ آپ کو جنگ صفین
کے شجاع ترین لوگوں میں شمار کیا گیا ہے[3] اور اس زمانہ میں آپ
کی سخاوت کا بھی چرچا تھا۔

گھر کا ماحول

اس میں شک نہیں ہے کہ انسان کی تربیت اور اس کی

۱۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۸، ۲۔ اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۴۳، ۳۔ وقعہ صفین ص ۳،۲

شخصیت کی شکل گیری کے اہم زمانوں میں سے ایک بچپنے کا زمانہ ہے
انسان زندگی کے دوسرے ادوار سے زیادہ اس زمانہ میں اپنے آس
پاس کے ماحول اور قریب رہنے والے افراد کا اثر قبول کرتا ہے
ماں باپ کا چال چلن، ایک دوسرے سے برتاؤ، گھر میں ان کا
طرز معاشرت آپسی روابط، بچوں کے خلق وخو اور براہ راست
ان کی روح پر اثر انداز ہوتے ہیں اور بچوں کی حساس ولطیف
روح اس سے متاثر ہوتی ہے۔

والدین اپنے اعمال وکردار کی اچھائی وبرائی کو اپنے
بچوں کے صاف وشفاف آئینہ میں ملاحظہ کر سکتے ہیں اور
اپنے بچوں کی خصلتوں، حرکتوں اور جذبات کو اپنے جذبات و
صفات کا نمونہ بنا سکتے ہیں۔

تربیت پذیری اور نمونہ خواہی کی خاطر بچوں کی تربیت
اور ان کی فکری، اخلاقی اور اعتقادی پرورش کے سلسلہ میں
روایات میں بہت زور دیا گیا ہے، ان خصائل کی تربیت کا اثر
اتنا زیادہ ہے کہ حضرت علیؑ نے بچہ کے ذہن اور اس کے حصول
کے مرکز کو اس خالی زمین کی مانند قرار دیا ہے کہ جس میں ہر
بیج کو قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے[1]

۱۔ نہج البلاغہ، مکتوب ۳۱

اس بنا پر بچہ کے مستقبل اور اس کی شخصیت کو ماں باپ
کی تربیت اور ان کی عملی پرورش کا رہین سمجھنا چاہئے۔ بچہ نے
انھیں نمونہ سمجھ کر ان ہی کے افعال و کردار کو اپنایا ہے، لیکن۔

زینبؑ نے ایسے گھر میں رشد و تربیت پائی کہ جو خانوادگی زندگی
کے لئے بلند ترین نمونہ ہے تاریخ بشریت میں ایسی عظمت و بزرگی
کا حامل خاندان نہیں گزرا، اور نہ آئندہ آئے گا، زینبؑ کی شخصیت
اس گھر میں بنی کہ جس میں نور ایمان چمکتا تھا جو صدق و صفا
سے سرشار تھا اور عشق خدا سے معمور تھا، وہ گھر جس میں علیؑ سا
باپ اور فاطمہ جیسی ماں تھیں، ماں باپ دونوں معصوم کہ دونوں
میں نفس کی خواہشات اور ہوا و ہوس نہیں تھی، ان کی فعالیت
اور تحرک کا محرک صرف فریضۂ الٰہی کو انجام دینا تھا، وہ صرف
رضاء خدا کے حصول کے بارے میں سوچتے تھے فقط اسلام کی
ترقی اور بشریت کی فلاح کے لئے قدم اٹھاتے تھے۔

زینبؑ اس ماحول اور ایسے دین کی نگرانی میں تربیت
پا رہی تھیں اور ایسے مدرسہ میں معارف الٰہی اور آداب اسلامی
سیکھ رہی تھیں، دینی تربیت اور اخلاقی فضائل حاصل کر رہی
تھیں اور کمال پر پہنچ رہی تھیں۔

اس طرح امور خانہ داری، ازدواجی زندگی، تربیت اولاد
، زندگی کے نظم و نسق مختصر یہ کہ آداب معاشرت کی کلاس میں زینبؑ

اپنی والدہ کے ساتھ ساتھ رہیں اور ان کے طرز زندگی کو اپنا نمونہ
قرار دیا تاکہ ایک زمانہ میں وہ بھی اپنی والدہ کی طرح۔ بہترین
زندگی گزاریں۔ شوہر کے گھر بہترین طریقہ سے اپنے فرائض انجام
دے سکیں۔

زینبؑ دیکھ رہی تھیں کہ ان کی والدہ آرام بخش، صدق و
صفا سے معمور اور روح و معنویت سے مملو گھر بنانے میں کتنی جاں
فشانی کرتی ہیں، انہوں نے اپنے والد کی یہ بات سنی تھی، جب گھر
میں آتا تھا اور زہراؑ کے چہرہ کو دیکھتا تھا تو میری ساری تھکن
دور ہو جاتی تھی، انہوں نے مجھے کبھی غضبناک نہ کیا[1]۔

زینبؑ صدق و صفا ہم دلی اور گہری محبت کو اپنے والدین
کے گھر مشاہدہ کیا تھا اور اس پر کیف ماحول کو نہیں بھلایا تھا،
وہ گھر کے اندر اپنی ماں کی جانفشانی کو دیکھتی تھیں، ہاتھوں میں
پڑے ہوئے گھٹے اور امور خانہ داری کے سلسلہ میں ان کی زحمتوں
کو دیکھا تھا اور گھر کے اندر رہ کر گھر کے کاموں کے اجر کو تہہ دل
سے قبول کرتی تھیں[2]۔

گھر کے امور میں تعاون و مدد کرنا انہوں نے اپنے والدین
سے سیکھا تھا آپ دیکھتی تھیں کہ والد گھر کے لئے لکڑی اور پانی فراہم

---

۱. بحار الانوار ج ۴۳ ص ۱۳۴ ۲. وسائل الشیعہ ج ۱۴ ص ۱۲۲

کرتے ہیں ، ماں چکی چلاتی ، آٹا گوندھتی اور روٹی پکاتی تھیں [1]۔
شوہر سے پیش آنے کے آداب اپنی والدہ سے بخوبی سیکھ
لئے تھے آپ کو معلوم تھا کہ شوہر سے نیکی کا برتاؤ کرنا چاہئے [2]
ماں کو جو بچوں سے پیار و محبت تھا اسے زینبؑ فراموش
نہیں کرتی تھیں ۔ ماں کی شفقتیں آپؑ کی بہترین یاد داشت
تھیں ۔ نظام اسلام اور ولایت سے دفاع کے سلسلہ میں فاطمہ زہراؑ
نے مسجد رسول میں جو خطبہ دیا تھا وہ زینبؑ کو بخوبی یاد تھا
، اس سے آپؑ دینداری اور اپنے جد رسولؐ کے دین کی حفاظت
کا درس لیتی تھیں اور دین خدا سے دفاع کو اپنا فرض سمجھتی تھیں
زینبؑ کبریٰ کی عظیم شخصیت کہ جس نے مرکز ولایت میں
پرورش پائی اور بہترین تربیتوں کے سایہ میں پروان چڑھیں
، کی مثال ایک دریا کی ہے ، آپ نے معرفت ، انسانی فضائل و
کمالات اور اخلاقی و تربیتی تجربات اپنے والدین سے حاصل کئے
تھے ، زینبؑ اب شوہر کے گھر جارہی ہیں ، نئی زندگی کا آغاز کررہی
ہیں ایک عظیم مربی اور مقدس گھر کے محاذ پر اپنا فریضہ انجام دیتی
ہیں ، اسلام کی خاطر برومند بیٹوں کی پرورش کرتی ہیں کہ جن کے
درخشاں نتائج ہم آئندہ تاریخ زینبؑ میں دیکھیں گے ۔

1۔ بحار الانوار ، ج ۴۳ ص ۱۵۱ روایت ۷

والد کے مکتب میں

خاتون اسلام زینبؑ کبریٰ کی تقریباً ۳۵ سال کی عمر تھی کہ
آپؑ کے والد حضرت علیؑ نے شہادت پائی اس میں شک نہیں ہے
کہ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کی حیات میں فکری و معنوی کافی
استفادہ کیا تھا [1] اور والد کی زندگی کی بہت سی چیزیں یاد ہیں ،
ایسی تلخ و شیریں یاد داشتیں کہ جن میں سے ہر ایک کا زینبؑ کی شخصیت
کی تعمیر میں عمیق اثر تھا ۔

صبر و بردباری

زینبؑ نے سالہا سال باپ کی مظلومیت کو اچھی طرح
دیکھا تھا ، رسولؐ اسلام کی رحلت کے بعد دنیائے اسلام کی
رسولؐ کے بعد عظیم شخصیت ان کے والد کی ولایت سے لوگوں
نے چشم پوشی کر لی تھی اور جس جگہ کے لئے رسولؐ نے اپنے بعد
حضرت علیؑ کو معین کیا تھا اور اس کے لئے مسلمانوں کو وصیت
کی تھی اس پر غیروں نے غاصبانہ قبضہ جمالیا اور آپ کے حق
کو ضائع کر دیا ، تخت خلافت پر متمکن ہوگئے خود کو رسولؐ کا

1۔ وسائل الشیعہ ، ج ۱۴ ص ۱۱۵ ۔ روایت ۲

جانشین و خلیفہ کہلوانے لگے، امیر المومنین اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں
کی مصلحت و فائدہ کے تحت صبر کرتے رہے اور رضا، خدا کی
خاطر تحمّل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ پچّیس سال خاموش رہے۔
زینبؑ اس زمانہ میں بغور حوادث کا مطالعہ کرتی ہیں
اور اپنی معلومات کے دائرہ کو وسعت دیتی ہیں، بہت سے
لوگوں کی ہوس پرستی اور دنیا طلبی دیکھتی ہیں، دوست و
دشمن کو اچھی طرح پہچانتی ہیں، ابوسفیان اور معاویہ ایسے
لوگوں کی کینہ توزی کو مشاہدہ کرتی ہیں، دشمنوں نے چہرہ پر
بظاہر اسلام کی نقاب ڈال لی تھی اور اسلام قبول کر لیا تھا
لیکن حقیقت میں وہ اسلام کی نابودی کا نقشہ بنا رہے تھے اور
حقائق کو مسخ کر کے پیش کر رہے تھے، زینبؑ ان تمام دشمنوں
کو دیکھ رہی تھیں اور باپ کی عظمت صبر کو سمجھ رہی تھیں خود
حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

صَبَرْتُ وَفِي الْعَيْنِ قَذًى وَفِي الْحَلْقِ شَجًا[1]

میں نے صبر سے کام لیا جب کہ میری آنکھ میں خار
اور حلق میں ہڈی پھنسی ہوئی تھی۔

زینبؑ باپ کے صبر سے سبق لیتی اور ان سے فداکاری کا

---

۱ نہج البلاغہ خطبہ ۳

طریقہ سیکھتی تھیں، یہ سیکھتی تھیں کہ راہِ خدا میں کس طرح مشکلوں
کو تحمل کرنا چاہئے، محرومیتوں کو قبول کرنا اور اسلام کی مصلحت پر
فردی مصلحت کو فدا کرنا چاہئے۔

• • •

عدل گستری

مظلومیّت و خاموشی کا پچّیس سالہ دور ختم ہو رہا ہے،
لوگ حضرت علیؑ کے در دولت پر جمع ہوتے ہیں، حضرت علیؑ کہ
جن کے ذہن میں صرف حق ہی حق ہے، لوگوں کو ظلم سے نجات
دلانے اور پیغمبرؐ کے بعد ہونے والے انحرافات کے قلع قمع کرنے کی
خاطر زمام حکومت سنبھالتے ہیں۔
حضرت علیؑ کی حکومت کے پانچ سال حضرت زینبؑ کے لئے
نہایت ہی سبق آموز تھے، ان پانچ برسوں میں عدل گستری نے
اتنی ترقی کر لی تھی کہ بہت سے وہ لوگ جنہوں نے متاع دنیا،
جاہ و منصب اور ثروت اندازی کے لئے حضرت علیؑ کی بیعت کی
تھی وہ آپ کے سخت ترین دشمن بن گئے وہ حضرت علیؑ کی یہ
بات سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے کہ:
خدا کی قسم عثمان نے جو بیت المال سے لوگوں کو

جاگیریں عطا کی ہیں، ہیں انھیں مسلمانوں کو پلٹا
دوں گا، اگرچہ اس مال سے کنیزوں کی خریداری
کی گئی ہو یا عورتوں کے مہر میں دیا گیا ہو۔[1]

ان لوگوں نے دیکھا کہ حضرت علیؑ نے اپنے بھائی عقیل کی
بیت المال سے کچھ گندم طلب کرنے والی درخواست کے جواب میں
ایک لوہے کا ٹکڑا سرخ کر کے ان کے قریب لے گئے اور جب آپؑ
کے بھائی عقیل چیخ کر پیچھے ہٹ گئے تو فرمایا: افسوس! تم اس
لوہے سے ڈر گئے جسے انسان نے مذاق کے طور پر سرخ کیا تھا اور
اس سے نالہ کرنے لگے! لیکن مجھے اس آگ کی طرف ڈھکیلنا چاہتے
ہو کہ جس کو خدائے جبّار کے غیظ و غضب نے شعلہ ور کیا ہے!
تمہیں اس سے خوف آتا ہے اور میں اس سے بھی نہ ڈروں؟[2]
آپ کی دختر نے بیت المال سے ایک گلوبند امانت کے طور
پر لے لیا تو فرمایا: اگر تم نے عاریتاً یہ بیت المال سے نہ لیا ہوتا تو تم
پہلی ہاشمی عورت ہوتیں کہ چوری کی خاطر جس کے میں ہاتھ کاٹ
دیتا[3] ان کے اندر طمع کی جڑوں کو خشک کر دیا تھا۔

ظلم سے جنگ

حضرت علیؑ کی حکومت کے زمانہ میں عوام کو فریب دینے والے

۱ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۵۔ ۲ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۲۴۔ ۳ بحار الانوار ج ۴۰ ص ۳۳۷، روایت ۲۲

دشمنوں سے جنگ تھی کہ معاشرہ کے سادہ لوح اور دنیا پرست
لوگوں کو انہوں نے اپنا ہتھکنڈا بنا لیا تاکہ اپنی ہوسوں کو اچھی طرح
پورا کر سکیں، حضرت علیؑ، و اسلام کے سامنے معاویہ ایسا خطرناک،
مکّار اور حیلہ باز دشمن تھا وہ اپنا مقصد پورا کرنے میں لوگوں کی
ناموس کے استعمال سے بھی دریغ نہیں کرتا تھا، نادان و کج فہم
دشمن جیسے خوارج اور جمل والے کہ جنہوں نے ناموسِ پیغمبرؐ کو اپنی
سپر بنا لیا تھا علیؑ کے مقابلہ میں آگئے حضرت علیؑ نے عدل گستری
اور ظلم ستیزی کے لئے حکومت قبول کی تھی، صرف شدید جنگ اور
طویل و طاقت فرسا جنگ کے علاوہ آپ کے سامنے اور کوئی راستہ
نہ تھا۔

زینبؑ پیغمبرؐ کے بعد دردناک حوادث کو مشاہدہ کر رہی تھیں
، ان سے عبرت حاصل کر رہی تھیں، درس لے رہی تھیں، اپنی سماجی
، سیاسی اور تاریخی معلومات و فکر میں اضافہ کر رہی تھیں مزید بر
آں اپنے باپ کی شجاعت، زہد، عبادت اور بے شمار فضائل سے
الہام حاصل کر رہی تھیں، انہوں نے ایسے ہی باپ کے مکتب میں
تعلیم حاصل کی تھی کہ انہوں نے کربلا، کوفہ اور شام میں اپنی تعلیم
کا مظاہرہ کیا اور اپنی تدبیر و درایت، شجاعت و شہامت، صبر و
استقامت اور زہد و عبادت کے ذریعہ ثابت کر دیا کہ ایسے باپ
کی بیٹی ہے کہ جس نے پوری زندگی راہ خدا اور اس کی رضا کے

سلسلہ میں گزاری ہے، طاقت کے ساتھ صبر کیا شہامت کے ساتھ
عدل پھیلایا شجاعت کے ساتھ دشمن سے جنگ کی آخر کار تمام
چیزوں کو اپنے محبوب پر قربان کر دیا۔

باپ کا غم

۴۰ھ کے رمضان کی انیسویں سحر کے وقت کوفہ کی
فضا اور آسمان میں ایک آواز گونجی جس نے محراب عبادت
میں عدالت و صداقت کے امام کی شہادت کی خبر دی، کوفہ کے شیعہ سرا
سیمگی کی حالت میں اپنے امام کے پاس پہنچے تاکہ حالات معلوم کر
سکیں دوسرے بہن بھائیوں کی طرح زینبؑ کو بھی اپنے والد کے
سر کے شگافتہ ہو جانے کا شدید غم تھا۔

زینبؑ ۳۵ سالہ خاتون ہیں، جذبات و عواطف سے سرشار
آپ نے اپنی زندگی کے تیس سال باپ کی محبت کی گھنیری چھاؤں
میں گزارے ہیں، باپ سے بے حد مانوس ہیں۔ وہ کیسے باپ
تک پہنچیں؟ کیسے شگافتہ سر کو دیکھیں؟ ان سوالوں کا جواب
بخوبی روشن نہیں ہے لیکن زینبؑ کے جانسوز نالے اس عظیم
مصیبت کے غماز تھے جو زینبؑ پر پڑی تھی، جس حادثہ نے
پتھر دلوں کو موم اور دوستوں کو بے تاب کر دیا تھا ظاہر ہے
کہ زینبؑ کے نرم و نازک دل پر اس نے بہت زیادہ اثر کیا

ہو گا۔

باپ سے زینبؑ کی جدائی بہت گراں ہے۔ آپ نے وفاتِ
رسولِ اکرمؐ اور شہادت حضرت فاطمہ زہراؑ کے بعد باپ کی محبتوں
میں رہ کر دل بہلایا تھا، آپ کے داغ دیدہ دل و روح کے لئے
باپ کا سایہ آرام بخش تھا لیکن اس مرکزِ محبت سے دل اٹھانا
پڑے گا اور باپ کے فراق کی تکلیف، وہ ایسے ہی باپ کی
آغوش کی پروردہ ہیں، رضاء خدا کے علاوہ کوئی خیال نہیں ہے،
صبر اختیار کرتی ہیں۔

امام حسنؑ کی امامت کا عہد

امام حسنؑ کی امامت کے زمانہ میں کوفہ کے لوگوں کی روش
کے بارے میں حضرت علیؑ نے بہترین تحلیل و تجزیہ فرمایا ہے، کیونکہ
حضرت علیؑ کے بعد امام حسنؑ کے ہاتھ میں ان ہی لوگوں کی زمام
آئی ہے، ان لوگوں کی جو کہ عقل و شعور میں حضرت علیؑ کے بقول
بچوں کی مانند ہیں اور بے وفائی و ہرجائی میں یہ حد ہے کہ
امیر المومنینؑ فرماتے: اے کاش میں نے انھیں نہ دیکھا ہوتا! یا
فرماتے ہیں: اپنے لشکر کے دس آدمی دے کر شام والوں میں سے

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ ۲۷

ایک لے لوں![1]

ایسے جذبات و حوصلوں کے حامل لوگوں سے امام حسنؑ کو سابقہ پڑا تھا واضح ہے ایسے کے ہمراہ ہو کر دشمن سے جنگ کرنا اور دوسرے امور کی انجام دہی بے فائدہ ہے چنانچہ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آپ کے نیچے سے مصلیٰ تک کھینچ لیتے ہیں اور آپ کو مجروح کر دیتے ہیں۔[2]

امام حسنؑ کے زمانۂ حکومت میں اپنے باپ کی طرح مظلومیت اور لوگوں کی بے وفائی دشمنوں کی منظم سازشیں، معاویہ کا وسیع پیمانہ پر پروپیگنڈہ اور آخر میں اپنے بھائی امام حسنؑ کو مظلوم و تنہا دیکھتی ہیں، وہ اپنے زمانہ کے معاشرہ اور حالات کو اچھی طرح پہچانتی ہیں اور یہ بھی جانتی ہیں کہ ایک قائد انسان کامل اور عبد صالح کے لئے ظلم سے مقابلہ اور ظالم کے خلاف قیام کرنے کے لئے مطیع و باوفا امت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

اس بات کو آپ بخوبی جان گئی تھیں کہ اہل بیت کی پیروی کا دعویٰ کرنے والے مشکلوں اور امتحان کے وقت پراگندہ ہو جائیں گے اور دنیاءِ فانی کے چکر میں دینی و معنوی اقدار کو گنوا دیں گے اور معصوم امام حضرت امام حسنؑ کو اپنی شیطانی خواہشوں پر فدا

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۹۷۔ [2] بحار الانوار ج ۴۴، ص ۴۷۔

کر دیں گے زینبؑ اپنے حقیقی دوست و دشمن کو پہچانتی ہیں اور معنویات کے اجراء میں معصوم امامؑ کے سامنے سراپا تسلیم رہنے کے علاوہ اور کوئی ارادہ نہیں رکھتی ہیں۔

امام حسنؑ مجتبیٰ کو اس زمانہ کے نابکار لوگوں سے جو صدمے پہنچے تھے زینبؑ خود ان میں شریک امامؑ سمجھتی تھیں اور امام حسنؑ کے خون جگر پینے کی شاہد تھیں، امامؑ کی مظلومانہ شہادت اور پھر جنازہ کی اہانت اپنی آنکھوں سے دیکھی، جس سے آنکھیں اشکبار اور دل پارہ پارہ ہو گیا۔

ان مصیبتوں کے پہاڑ اور رنج و قلق جناب زینبؑ نے شب عاشور زبان پر جاری کیا جب سید الشہداء نے اشعار پڑھے تو آپ سمجھ گئیں کہ امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کی شہادت کی مصیبت کا وقت آ گیا ہے، آواز بلند کی! ہائے یہ مصیبت! کاش مجھے موت آ گئی ہوتی! آج کا دن اس روز کی مانند ہے جس روز میری ماں فاطمہؑ، میرے والد علیؑ اور میرے بھائی حسنؑ دنیا سے اٹھے تھے![1]

کبھی ان تمام مصائب میں زینبؑ کی زبان پر وہی کلمات تھے جو کہ کربلا کی وحشتناک مصیبتوں میں سید الشہداء

---

[1] ارشاد مفید ج ۲ ص ۹۳

کے لبوں پر تھے۔

"... صبرا علی قضائك لا اله سواك يا
غياث المستغيثين"۔ [1]

اے اللہ تیری قضا و قدر کے سامنے ہم صابر
ہیں اے فریاد کشوں کی فریاد کو پہنچنے والے
تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

---

[1] مقتل مقرم، ص ۳۵۷ و موسوعۃ کلمات الامام الحسینؑ، ص ۵۱۰۔

۲
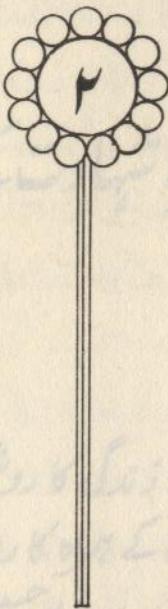
کاروانِ شہادت کے ساتھ

○ حکومتِ یزید کا آغاز ○ ایک
باشکوہ ہجرت ○ مکّہ میں داخلہ
○ قیامِ مسلم اور امامؑ کی روانگی ○ کربلا
اور جاودانی ○ نو محرّم

دوسری فصل

کاروانِ شہادت کے ساتھ

جناب زینبؑ کی زندگی کا روشن ترین زمانہ وہ ہے کہ جس میں آپ امام حسینؑ کے ہمراہ کاروانِ عشق و شہادت کے ساتھ ہیں، اگرچہ پیدائش سے امام حسینؑ کے مدینہ چھوڑنے تک کی جناب زینبؑ کی زندگی کو پراگندہ طور پر تاریخ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے لیکن کچھ چیزیں مبہم اور ناگفتہ رہ گئی ہیں، جناب زینبؑ کی زندگی کے آخری سال یعنی جس زمانہ سے آپؑ نے امام حسینؑ کے ساتھ اپنی تحریک کا آغاز کیا اس کے بعد کا زمانہ تاریخ میں بہترین طریقہ اور باشکوہ انداز میں درج ہوا ہے۔ گویا تاریخ میں نامِ زینبؑ قیام حسینؑ کی وجہ سے زندہ ہے اور قیامِ حسینؑ پیغامِ زینبؑ سے زندہ ہے، کیوں کہ قیامِ حسینی کے قابلِ تحلیل گوشوں اور روشن ترین پہلوؤں کو سمجھنے میں پیغام

زینبؑ ہی سے مدد لی جاسکتی ہے حقیقت یہ ہے کہ تحریک
سیدالشہداؑ کی بیان کرنے والی اور پیغام حسینیت کو دنیا تک
پہنچانے والی حضرت زینبؑ ہی ہیں۔

تاریخ کربلا کے ساتھ ساتھ حضرت زینبؑ کا سفر بھی جاری
ہے اور اس تاریخ کے تمام کا زینبؑ سے بھی ایک تعلق ہے
اس بناء پر تاریخ کربلا سے جدا کرکے تاریخ و زندگی زینبؑ
کی تحقیق نہیں کی جاسکتی۔

تحریک امام حسینؑ کے تمام میدان و مراحل میں حضرت
زینبؑ ساتھ ساتھ ہیں، اس بنیاد پر یہ بات کہی جاسکتی ہے
کہ جس طرح تاریخ کربلا تاریخ امام حسینؑ کے بڑے حصہ پر
مشتمل ہے اسی طرح تاریخ زینبؑ بھی اس کا ناگزیر حصہ ہے۔
تاریخ زینبؑ کبریٰ کا تاریخ کربلا سے رشتہ اور تعلق
ہمیں اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ ہم باعظمت و جاوداں
تحریک کو خلاصہ کے طور پر پیش کریں تاکہ پیغام و کردارِ
زینبؑ کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

حکومتِ یزید کا آغاز

بیئس سال تک مکرو فریب کے ساتھ حکومت کرنے
والے معاویہ کا قصہ تمام ہوا (تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۲۸)

اس بیس سال کے عرصہ میں معاویہ نے لوگوں میں اتنا خوف
و ہراس پھیلا دیا تھا کہ کوئی بھی اہل بیتؑ رسول کی حمایت
کرنے کی جرائت نہیں کرتا تھا۔

اس کی حکومت کے زمانہ میں شیعوں پر عرصۂ حیات
تنگ تھا، معاویہ انھیں تہہ تیغ کر دیتا تھا قید خانہ میں ڈال
دیتا تھا یا جلا وطن کر دیتا تھا سرکاری طور پر اعلان کر دیا تھا
کہ اہل بیت رسولؐ خصوصاً حضرت علیؑ کے فضائل کے سلسلہ میں
حدیث بیان کرنے والے کے جان و مال کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے[1]،
اہل بیتؑ کے خلاف کسی بھی ہتھکنڈے کو استعمال کرنے
میں دریغ نہیں کرتا تھا، اہل بیتؑ رسولؐ کے خلاف اس کے
پروپیگنڈوں کی حالت یہ تھی کہ جب شامیوں نے یہ سنا کہ حضرت
علیؑ نے محراب نماز میں شہادت پائی ہے تو انہوں نے پوچھا کیا
علیؑ نماز بھی پڑھتے تھے!؟[2]

معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو تخت خلافت و حکومت تک
پہنچانے کے لئے اسباب فراہم کر دیئے تھے اور یزید کو یہ اطمینان دلا
دیا تھا کہ تمہارے خلاف امام حسینؑ کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں
اٹھا سکے گا[3]

---

۱ بحار الانوار، ج ۴۴ ص ۱۲۵ ۲ مروج الذہب ج ۳ ص ۳۲ تا ۳۳ ۳ بحار ج ۴۴ ص ۳۱۱

یزید نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی اپنے باپ کی حکومت کے نمائندہ کو خط لکھا کہ حسینؑ سے یزید کے لئے بیعت لے لو۔[1]

یزید کے مقابل امام حسینؑ کا موقف

امام حسینؑ جانتے تھے کہ لوگ اہل بیتؑ سے الفت و عقیدت رکھتے ہیں اور میرا، یزید کی بیعت کر لینا ایسا ہی ہے جیسے تمام مسلمانوں نے اس کی بیعت کر لی، امام حسینؑ یزید کی حکومت کو غیر شرعی اور منحرف و فتنہ انگیز سمجھتے تھے، اس بنیاد پر حاکم مدینہ کے جواب میں فرمایا: ہم اہل بیتؑ کرامت و معدن رسالت ہیں ... میں نے اپنے نانا رسولؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: ابو سفیان کے بیٹوں پر خلافت حرام ہے اس صورت میں میں کیونکر بیعت کر سکتا ہوں۔

اس ماجرے کے بعد حاکم مدینہ نے اس طرح یزید کو خط لکھا: حسین ابن علیؑ تمہیں خلافت کے لائق نہیں سمجھتے ہیں لہذا تمہاری بیعت نہیں کی، اب کیا حکم ہے؟ یزید نے جواب لکھا: میرا خط ملتے ہی میرے مخالفین اور موافقین کو معین کرو اور خط کے جواب کے ساتھ حسین بن علیؑ کا سر بھیج دو۔[2]

---

[1] تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۴۱ [2] بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۱۲

ہجرت

ہجرت ایک حسین لفظ ہے جو کہ قرآن مجید میں ایمان و جہاد کے ساتھ مخصوص انداز میں چمک رہا ہے۔[1] بجا طور پر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اسلام کی ترقی کے اسباب میں سے ایک ہجرت بھی رہی ہے، حکم رسولؐ کے مطابق مکہ سے حبشہ کی ہجرت اور مکہ سے پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کی مدینہ کو ہجرت بہت فوائد و برکتوں کا سبب قرار پائی۔[2]

رسولؐ کی ہجرت اسلام و مسلمین کے لئے ایک بڑے انقلاب کا نقطۂ آغاز تھی کہ جس نے پیغمبر اسلام کو اسلامی حکومت قائم کرنے کی زمین ہموار کی، اس کے بعد مسلمانوں کی جانفشانی اور استقامت سے روز بروز اسلام کی وسعت عزت اور عظمت میں اضافہ ہوتا چلا گیا، چنانچہ مدینہ کی ہجرت مسلمانوں کی تاریخ کا مبداء بن گئی[3] یہ وہ ہجرت تھی جس نے اسلام کی محکم حکومت کی بنیاد رکھی اور اس کے ذریعہ اسلام نے نفوذ کیا یہ ہجرت مکہ سے مدینہ کی طرف تھی۔

لیکن ہم تاریخ اسلام میں ایسی عظیم الشان ہجرت دیکھتے ہیں جو کہ مدینہ سے مکہ کی طرف ہوئی یہ عظیم الشان ہجرت آئین

---

[1] سورۂ توبہ، آیت ۲۰۔ [2] سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ص ۳۴۴۔ [3] سیرۃ ابن ہشام ج ۲، ص ۱۴۱

اسلام اور مقصد رسولؐ کی حفاظت کی خاطر ہوئی تھی وہ خونی
ہجرت کہ جس میں امام حسینؑ نے اپنے اصحاب اور اہل بیتؑ کے ہمراہ
دین و سعئ رسولؐ کا تحفظ کیا۔

امام حسینؑ نے اپنے بھائی محمد حنفیہ سے جو وصیت کی ہے
اس میں اپنی ہجرت کا مقصد اس طرح بیان کیا ہے۔

میں نے کسی تفریح، بڑا بننے، فتنہ و فساد اور
ظلم وستم کے لئے مدینہ سے ہجرت نہیں کی ہے، بلکہ
میرا مدینہ سے نکلنے کا مقصد اپنے جد رسولؐ کی
امت کی اصلاح ہے میں امر بالمعروف اور نہی
عن المنکر کرنا چاہتا ہوں میری روش وہی ہے
جو میرے نانا اور میرے والد علی بن ابی طالب
کی تھی [1]

قافلہ

۶۰ھ کا سال ہے۔ تیسری شعبان کی شب ہے [2] شہر
مدینہ پر تاریکی چھائی ہوئی ہے شب کی تاریکی، ظلم ووحشت
کی تاریکی اور جہل و نادانی کی تاریکی، امامؑ تاریکیوں سے بیزار

۱۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۲۹ ۲۔ لمعات الحسینؑ ص ۱۲۔

ہیں، ان تاریکیوں کو روشنی سے بدلنا چاہتے ہیں۔

مدینہ اب امام حسینؑ کے رہنے کی جگہ نہیں ہے، آپؑ کا مدینہ
میں رہنا گویا نظامِ اسلام اور رسولؐ و علیؑ کی زحمتوں اور محنتوں
کی تباہی ہے، امام محافظ اسلام ہے۔ مدینہ چھوڑنے اور ہجرت
کے علاوہ چارۂ کار نہیں ہے۔ اور دشمنوں کی نگاہ سے چھپ
کر اور لوگوں کی اطلاع کے بغیر رات کی تاریکی میں ہجرت کرنا
ہے، آپؑ اس شہر کو خیر آباد کہنے پر مجبور ہیں کہ جس میں چند
سال قبل آپؑ کے نانا کی باعظمت حکومت قائم تھی جہاں جبریل
نازل ہوتے تھے جہاں وحی و قرآن کی آیتوں کا نزول رہتا
تھا، جس مدینہ میں ۵۶ سال قبل یعنی ۴ ہجری میں آپؑ نے
ولادت پائی تھی [1] جہاں آپ کی ولادت سے ملائکہ نے برکت
حاصل کی تھی، جس مدینہ میں سالہا سال حشمت وعظمت کے
ساتھ آپ نے زندگی گزاری تھی۔

زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے کہ لوگوں نے اپنی آنکھوں
سے اسی مدینہ میں پیغمبر اسلام کی نگاہ میں اہل بیتؑ کی عظمت
دیکھی تھی کہ رسولؐ اپنی بیٹی کا کس طرح احترام کرتے تھے، کس
طرح حسینؑ کو آغوش میں لیتے اور دوش پر سوار کرتے تھے۔

۱۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۲۰۰، روایت ۱۸

اسی مدینہ میں آیہ تطہیر۔ اِنَّمَا یُرِیدُ اللهُ لِیُذهِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ اَهلَ البَیتِ وَیُطَهِّرَکُم تَطهِیرًا [1] نازل ہوئی اسی مدینہ میں عظمت و ایثار اہل بیتؑ کی وجہ ہل اتیٰ [2] نازل ہوا اسی مدینہ میں رسولؐ نے بار بار اپنے اہل بیتؑ کے بارے میں وصیت کی اور ان کی اطاعت کو واجب قرار دیا، اسی مدینہ میں رسولؐ نے فرمایا:

الحسن والحسین سید اشباب اهل الجنة [3]

حسنؑ و حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں۔

نیز فرمایا:

احبّ الله ومن احبّ حسینا [4]

خدائے متعال حسینؑ کو دوست رکھنے والے کو دوست رکھتا ہے۔

اب اسی مدینہ میں حسینؑ کے رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ مدینہ کے زمین و آسمان، درخت یہاں تک کہ سنگریزے امام حسینؑ کا بدرقہ کرتے ہیں، ان سب نے حسینؑ سے آپؑ کے جد رسولؐ، آپؑ کی مادر گرامی حضرت فاطمہؑ آپؑ کے والد اور

1۔ سورۂ احزاب ۳۳۔ 2۔ یہ سورہ اہل بیتؑ کی شان میں نازل ہوا۔
3۔ بحار الانوار ج ۲۲ ص ۲۷۹۔ 4۔ بحار الانوار ج ۳۷ ص ۷۴

آپؑ کے بھائی امام حسنؑ کی محبت کا زمانہ دیکھا تھا۔ درحالیکہ امام حسینؑ کے لبوں پر وہ آیت تھی جو کہ حضرت موسیٰ نے فرعونیوں کے ظلم سے نجات پانے کے لئے مدائن کی طرف روانگی کے وقت پڑھی تھی [1] اپنے نانا کی قبر اور ماں کی لحد سے رخصت ہوتے ہیں اور اپنے سفر کا آغاز کرتے ہیں [2]

حسینؑ کے ہمراہ

تاریخ نے ہمارے اختیار میں مدینہ سے مکہ کی سمت ہجرت کے بارے میں متفرق معلومات دی ہیں۔ تاریخ ان مختلف لوگوں کی محبت کو بیان کرتی ہے جنہوں نے آپ کو ہجرت سے روکنے، مدینہ ترک کرنے اور امن و امان والے شہر میں پناہ گزینی کے لئے کوشش کی تھی اس طرح سید الشہداءؑ کے عزیز خصوصاً آپؑ سے قربت رکھنے والی عورتوں کے شور و شین کو بھی بیان کرتی ہے [3]

جناب زینبؑ منصب امامت سے واقفیت کی بنا پر جانتی ہیں کہ معصوم امامؑ اپنی ذاتی خواہش کے مطابق عمل

1۔ قصص ۲۱۔ 2۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۲۸۔ 3۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۲۶ و ۳۱۳۔ و منتہی الامال ص ۳۵۸

نہیں کرتا ہے بلکہ وہ حکم خدا کے مطابق عمل کرتا ہے، چنانچہ
تاریخ میں حضرت زینبؑ سے ایسی بات نقل نہیں ہوئی ہے کہ
جس میں آپؑ نے امام حسینؑ کو فریضۂ الٰہی کی انجام دہی سے
باز رہنے کا مشورہ تک دیا ہو۔ آپ تو اس ہجرت میں امام اور
اپنے بھائی کی محض مطیع تھیں۔

یہ بات حتمی و یقینی ہے کہ مدینہ سے ہجرت کی ابتداء سے
زینبؑ امام حسینؑ کے ہمراہ رہیں زینبؑ نے شادی سے پہلے اس
سفر کی پیشین گوئی کی تھی اور اسی وقت نکاح نامہ میں
یہ شرط تحریر کرائی تھی کہ میں اپنے بھائی حسینؑ کے ساتھ رہوں
گی[1]، اب اس شرط سے استفادہ کرنے کا وقت آگیا ہے۔

اگرچہ ایک پچاس سالہ میاں اور بچوں والی عورت کا
ایسے سفر پر جانا آسان نہیں ہے کہ جس میں دشواریاں، شدائد
اور جسمی و روحی تکلیف یقینی ہے۔ لیکن جس چیز نے ان تمام
مشکلوں کو زینبؑ کے لئے آسان کر دیا تھا وہ ان کی روح
کا جلال اور امام و اپنے بھائی حسینؑ سے بے پناہ محبت تھی۔

آپ جانتی تھیں حسینؑ محبتِ خدا، جانشینِ رسولِؐ خدا
اور تمام موجودات کے امام ہیں ان کے اتباع کرنے اور

۱ زینبؑ الکبریٰ، ص ۸۹

ان کے ہمراہ رہنے ہی میں سعادت و کامیابی ہے اور یہی
انسانیت کے بلند ترین اقدار ہیں۔ اس لئے زینبؑ تمام
مصائب کے برداشت کرنے کے لئے خود کو تیار کرتی ہیں۔ اور
ایک عظیم مقصد کے لئے اپنے قلب سے تمام چیزوں کو نکال کر
پھینک دیتی ہیں اور عشقِ خدا اور استقامت کے ساتھ اس
راہ پر چل کھڑی ہوتی ہیں جو کہ سراسر انسانیت کی عظمت و
جلالت کی شاہراہ ہے۔

سالار کارواں

زینبؑ کارواں کے اہم اراکین میں سے ایک ہیں، قافلہ
کے نظم و نسق اور سرپرستی میں آپؑ شریک ہیں، آپ تمام غم
انگیز مواقع اور اس سفر میں پیش آنے والے مراحل پر زینبؑ
موجود ہیں۔

تمام مصیبتوں میں، سختیوں میں اور رنجوں میں زینبؑ
خود کو شریکِ حسینؑ سمجھتی تھیں اور ان کی یار و مددگار اور غمخوار
تھیں۔ زینبؑ اپنی مادر گرامی حضرت زہراؑ کی یادگار ہیں گویا
اپنی ماں کی جانشینی میں حسینؑ اور ان کے بچوں پر وارد ہونے
والے غموں اور مصیبتوں کی آپ نے اپنے سینہ کو آماج گاہ بنادیا ہے
حقیقت یہ ہے کہ زینبؑ سیدالشہداء اور ان کی تحریک کی

سب سے بڑی حامی تھیں، اس ہجرت میں حسینؑ کے قدم بہ قدم چلیں اور اپنے بھائی کے ساتھ تحریک کا آغاز کیا اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

اگرچہ تاریخ میں بعض موقعوں پر حضرت زینبؑ کا نام بیان نہیں ہوا ہے اور ذکر نہیں آیا ہے۔ لیکن جرأت کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ زینبؑ نے ان موقعوں پر اہم کردار ادا کیا ہ قافلہ کے نظم ونسق کے سلسلہ میں سیدالشہداء سے آپ کا ارتباط، امام حسینؑ سے فکری، روحی اور عاطفی ارتباط تھا اور کارواں کے کنٹرول کی اہم ذمہ داری کا آپ کے اختیار میں ہونا حقیقت کے روشن کرنے کے لئے کافی ہے۔

زینبؑ اہل حرم و بچوں کی سرپرست تھیں۔ نومحرم اور اس سے پہلے رونما ہونے والے حوادث، زینبؑ سے امام حسینؑ کی گفتگو۔ امام کی بہن کو وصیتیں اور امام حسینؑ کے حرم سے زینبؑ کی حمایت سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ زینبؑ قافلہ کی نگہبان تھیں زینبؑ حسینؑ کی محرم راز اور امانت دار تھیں اور جو امانت امام حسینؑ نے آپ کے سپرد کی تھی اسے ادا کررہی تھیں اور یہ تمام چیزیں کارواں کے نظم میں ذمہ داری کو واضح کرتی ہیں۔

مکہ میں داخلہ

قافلہ مکہ پہنچ گیا مدینہ سے مکہ تک کی چند روزہ مسافت ختم ہوگئی، مکہ میں داخل ہوتے وقت امام حسینؑ نے وہ آیت پڑھی جو حضرت موسیٰ نے مدائن پہنچ کر پڑھی تھی[1] "وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ"[2]

مکہ امام حسینؑ کے لئے مناسب جگہ ہے کہ جہاں آپ مکہ کے مختلف طبقہ کے لوگوں اور ادھر ادھر سے حج و عمرہ کے لئے آنے والوں سے ملاقات کرسکتے ہیں[3]

حسینؑ کے مکہ میں قیام کو چالیس روز گزر گئے ہیں۔ اس مدت میں کوفہ سے آپؑ کے شیعوں کے بہت سے خطوط مختلف افراد کے توسط سے آپ کی خدمت میں پہنچتے رہے، ان خطوط میں لوگوں نے آپ کی حمایت، اموی حکومت سے جنگ اور امام حسینؑ کی حکومت قبول کرنے کے لئے آمادگی کا اظہار کیا، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں[4]

مسلم بن عقیل کا تقرر

کوفہ کے شیعوں کی طرف سے بے شمار خطوط آئے تھے اور

۱۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۳۲۔ ۲۔ قصص ۲۲۔ ۳۔ منتہی الامال ص ۳۶۱، بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۳۲۔ ۴۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۳۳

ان میں امام حسینؑ کی حمایت کے لئے آمادگی کا اعلان کیا گیا تھا
، امام حسینؑ نے ان خطوں کے جواب میں ایک خط لکھا اور وضاحت
کی کہ میں اپنے چچا زاد بھائی اور اپنے معتمد آدمی مسلم بن عقیل
کو بھیج رہا ہوں اگر انہوں نے مجھے تمہارے دعوں کی صداقت
کی خبر دی، اور یہ اطلاع دی کہ تم لوگ ویسے ہی ہو جیسا کہ تم
نے لکھا ہے، تو میں تمہارے یہاں آؤں گا۔[1]

مسلم بن عقیل سیّد الشہداء کے سرکاری نمائندہ کی حیثیت
سے نصف رمضان کو مکہ سے روانہ ہوئے اور پانچویں شوال کو
کوفہ پہنچے۔ کوفہ میں امام حسینؑ کے نمائندہ کا بے نظیر استقبال ہوا
اٹھارا ہزار لوگوں نے مسلم کے توسّط سے امام حسینؑ کی بیعت کرلی
جب مسلم ان کی حمایت سے مطمئن ہوگئے تو سیّد الشہداء کو خط لکھ کر
کوفہ تشریف لانے کی دعوت دی۔[2]

سفر کا ارادہ

امام حسینؑ کو مکہ میں مسلم بن عقیل کا خط موصول ہوا، مکّہ
میں امام حسینؑ کے قیام کو چار ماہ سے زیادہ کا عرصہ ہوگیا ہے۔ حج
کا زمانہ آن پہنچا ہے۔ زمانۂ حج ہی میں مسلم بن عقیل کا خط پہنچا

۱۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۳۴ ۲۔ منتہی الامال ص ۳۶۶ و ۳۶۷

اس لئے امام حسینؑ نے یہ طے کیا کہ فریضۂ حج کی انجام دہی کے بعد کوفہ
کی طرف روانگی اختیار کروں گا۔ اس لئے آپ نے احرام باندھ لیا
لیکن احرام باندھنے کے بعد معلوم ہوا کہ حاجیوں کے لباس میں
یزیدؑ کے بھیجے ہوئے کچھ آدمی مکہ پہنچ گئے ہیں تاکہ وہ امام حسینؑ
کو یا قتل کر دیں یا گرفتار کر کے یزیدؑ کے پاس لے جائیں، امام حسینؑ
نے حرمت خانہ کعبہ کے تحفظ کی خاطر حج کو عمرہ سے بدلا اور احرام
کھول دیا اور اسی روز مکّہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو جانے کا
قصد کیا۔[1]

قیامِ مسلمؑ اور امامؑ کی روانگی

کوفہ میں ابن زیاد نے رعب و دہشت پھیلا رکھی تھی
دوسری طرف بے وفا کوفیوں نے بھی آپس میں یہ طے کر لیا تھا
کہ جن لوگوں نے مسلم بن عقیل کے ہاتھوں پر امام حسینؑ کی بیعت
کر کے آپؑ کی حمایت کا اعلان کیا ہے انھیں اس سے منحرف کر
دیں اور امامؑ کے نمائندہ کو بے یار و مددگار بنا دیں۔

اس طرح وہ مسلم کہ چند روز قبل جن کے ہاتھوں پر اٹھارہ
ہزار لوگوں نے بیعت کر کے حمایت کا اعلان کیا تھا انھیں بے

۱۔ منتہی الامال ص ۳۸۳ ، بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۶۳

یار و مددگار پاکر ابن زیاد کا لشکر گرفتار کرتا ہے اور پھر شہید
کر دیتا ہے۔

جس زمانہ میں کوفہ کے لوگوں نے عہد شکنی کی تھی۔
اسی میں یعنی ۸ ذی الحجہ ۶۰ھ ق کو امام حسینؑ بھی مکہ سے
روانہ ہوئے[1] اس وقت تک آپؑ کو کوفہ کے لوگوں کی عہد شکنی
کی اطلاع نہیں ملی تھی۔ آپؑ نے کوفیوں اور مسلم بن عقیل کے خط
کی بنا پر مکہ سے کوفہ کا قصد کیا تھا۔

دعوتِ عام

مکہ سے روانہ ہوتے وقت امام حسینؑ نے ایک خطبہ دیا
جس میں شہادت سے اپنا عشق اور کچھ آئندہ رونما ہونے والے
حوادث کی طرف اشارہ کیا تھا اور آخر میں ایک جملہ میں ان
لوگوں کو دعوت عام دی تھی جو کہ راہ اہل بیت میں شہادت
کے مشتاق اور لقاءاللہ کے شیدا تھے: خطبہ کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے:

تمام تعریفیں خدا ہی کے لئے ہیں۔ جو خدا چاہتا
ہے وہی ہوتا ہے خدا کے ارادہ کے سامنے کسی
کی فرمانروائی نہیں چلتی ہے، صلوات و سلام ہو

۱۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۶۳

اس کے رسولؐ پر۔

موت انسان کے لئے ناگزیر ہے بالکل اسی طرح
جیسے لڑکیوں کے گلے میں گلوبند ہوتا ہے۔ مجھے اپنے
بزرگوں سے ملاقات کا اتنا ہی اشتیاق ہے جتنا
کہ یعقوب کو یوسف سے ملنے کا اشتیاق تھا میری
قتل گاہ معین ہو چکی ہے میں وہاں (ضرور)
پہنچوں گا، گویا میں بیابانوں کے درندوں (کوفہ
کے فوجیوں) کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ
وہ کربلا کی سرزمین پر میرے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے
کر رہے ہیں اور اپنے پیٹ بھر رہے ہیں۔ قضاء
قلم سے جو کچھ رقم ہو چکا ہے اس سے مفر کا یارہ
نہیں ہے۔ ہم بھی خدا کے فیصلہ پر راضی ہیں ہم
اس کے امتحان و ابتلا پر صبر و استقامت اختیار
کریں گے اور وہ ہمیں صبر کرنے والوں کا اجر عطا
کرے گا۔ پیغمبرؐ اور ان کے نور نظروں کے درمیان
جدائی نہ ہو گی وہ بہشت بریں میں ان کے پاس
ہوں گے کیوں کہ وہ رسولؐ کے نور نظر تھے اور
آپؐ نے ان کے ذریعہ۔ حکومت الٰہی کی تشکیل۔ کا
وعدہ فرمایا ہے۔

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم میں سے جو شخص بھی ہمارے اوپر اور راہ خدا میں اپنے خون وجان قربان کرنے کا جذبہ رکھتا ہے وہ ہمارے ساتھ سفر کے لئے تیار ہو جائے میں انشاءاللہ کل صبح روانہ ہو جاؤں گا۔[1]

عبداللہ بن جعفرؑ کا خط

امام حسینؑ کی مکہ سے کوفہ کی طرف روانگی کی خبر سرعت کے ساتھ ہر جگہ پہنچ گئی، کیونکہ امام حسینؑ کی شخصیت سے مسلمان واقف تھے آپؑ کی روانگی کا دن۔ آٹھ ذی الحجہ۔ ایسا دن نہ تھا جس میں حسینؑ مکہ سے روانہ ہوتے۔

امام حسینؑ کے اس سفر نے تمام ذہنوں میں ایک سوال پیدا کر دیا: جگر گوشۂ رسولؐ فریضۂ حج کی انجام دہی کے لئے کیوں نہ ٹھہرے کیوں تشریف لے گئے؟ یہ امر مکہ میں موجود اور مکہ سے باہر امامؑ کے سفر کی خبر کو سننے والوں میں بخوبی تحقیق کی حس کو بیدار کر سکتا تھا اور اموی حکومت کے کینہ توز سرداروں کی رسوائی اور مسلمانوں کی پریشانی کا باعث بن سکتا تھا۔

۱۔ سخنان حسینؑ بن علیؑ از مدینہ تا کربلا ص ۵۷

بعض لوگوں نے جب یہ خبر سنی کہ امام حسینؑ مکہ سے سفر پر آمادہ ہیں تو آپ کی خدمت میں آئے اور از لحاظ خیر خواہی آپؑ کو کوفہ کے سفر سے باز رکھنے کی خواہش کی۔ امام حسینؑ کے مکہ سے سفر کرنے کی خبر عبداللہ بن جعفر آپؑ کے چچا زاد بھائی اور زینبؑ کے شوہر تک بھی پہنچی تو انہوں نے امام حسینؑ کو خط لکھا خط میں آپؑ سے اپنی محبت و دل سوزی مستقبل میں آپؑ کی طرف سے تشویش کا اظہار کیا اور یہ تقاضا کیا کہ آپؑ مکہ نہ چھوڑیں یہ خط اپنے دو بیٹے عون و محمد کے توسط سے آپؑ کی خدمت میں پہنچایا خط کے اختتام پر لکھا خط پہنچنے کے بعد میں بھی آپؑ سے ملحق ہو جاؤں گا۔[1]

خبرِ غم

کاروانِ حسینیؑ مکہ سے عراق کی طرف چلا جا رہا ہے۔ منزل بہ منزل مکہ سے دور اور عراق سے نزدیک ہو رہا ہے سفر کے دوران گوناگوں قسم کے حوادث پیش آتے ہیں بعض منزلوں پر امام حسینؑ کچھ لوگوں کو اپنی ہمراہی کی دعوت دیتے ہیں۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۴ ص ۳۶۶

زہیر بن قین جیسے لوگ اپنی مومن شریک حیات کی تشویق پر امام کی دعوت کو قبول کرتے ہیں [1] بعض بے بنیاد بہانوں کے ذریعہ خود کو ابدی سعادت سے محروم رکھتے ہیں [2]

قافلہ رات کے وقت ثعلبیہ نامی منزل پر پہنچتا ہے۔ اہل بیتؑ سے محبت رکھنے والے دو آدمی جو کہ ابھی سفر سے آتے ہیں اور ایک اہم خبر لاتے ہیں امام حسینؑ سے ملاقات کرتے ہیں۔

کیا اس خبر کو کھلم کھلا سب کے سامنے بیان کر دیں یا خفیہ طور پر بیان کریں؟ امام حسینؑ نے ان دونوں اور اپنے اصحاب پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا: میں اپنے اصحاب سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھوں گا ہمارے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔

ہمیں باوثوق ذریعہ سے یہ خبر ملی ہے کہ مسلم اور ہانی کو کوفہ میں شہید کر دیا گیا ہے اور ان کی لاشوں کو بازار میں گھسیٹا گیا ہے۔

امام حسینؑ نے یہ خبر سن کر بار بار اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا، خدا ان پر رحمت نازل کرے [3] اس کے بعد گریہ طاری ہو گیا پھر اپنے اور اپنے شیعوں کے لئے دعا کی اور فرمایا: جو شخص

---

[1] بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۷ [2] منتہی الامال ص ۲۹۵ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۷۹، [3] بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۷

ہم سے الگ ہونا چاہتا ہے وہ آزاد ہے اس پر کوئی پابندی نہیں ہے یہ بات سن کر ایک گروہ آپ کو چھوڑ کر چلا گیا اور امام کے ساتھ وہی لوگ رہے جو مدینہ سے آپؑ کے ہمراہ آئے تھے [1]

کربلا کے سفر میں یہ پہلا امتحان تھا جو امام حسینؑ نے اپنے ہمراہیوں سے لیا تاکہ وہ لوگ بھی پہچان لئے جائیں جو کہ ایمان و صداقت اور حقیقت میں امام کے ساتھ ہیں اور وہ لوگ بھی پہچان لئے جائیں جو کہ دنیا کی طمع اور منصب و مال کی ہوس میں آپؑ کے ساتھ آگئے تھے۔

جو زینبؑ نے سُنا

عراق کی طرف سفر کے دوران تاریخ نے جو اوّلین ماجرا حضرت زینبؑ سے نقل کیا ہے وہ، خزیمیہ نامی منزل سے متعلق ہے، اس منزل پر امام حسینؑ نے ایک شب و روز قیام فرمایا تھا، صبح کے وقت حضرت زینبؑ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: بھائی، میں نے کل رات ایک بات سنی ہے کیا آپ کے سامنے نقل کر سکتی ہوں؟ امامؑ نے فرمایا: کیا سنا ہے؟ کل رات میں ایک کام کے لئے خیمہ سے باہر نکلی تو

---

[1] بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۷۴

ایک ہاتفؑ نے مجھ سے کہا : اے آنکھو! بہت گریہ کرو اور
کون ہے جو آئندہ شہیدوں پر روئے گا اس جماعت پر کہ
موت جس کا تعقب کر رہی ہے کہ وہ اپنے عہد کو پورا کرے۔
امامؑ نے یہ ماجرا سن کر فرمایا: بہن! جو خدا کا حکم ہے
اور جو قضائے الٰہی میں ثبت ہو چکا ہے وہ ہو کے رہے گا[۲]۔
یہ ماجرا بہن بھائی کے درمیان ہم آہنگی، ہم دلی اور ہمراہی
کی حکایت کرتا ہے۔

کربلا اور جاودانگی

لغت شیعت میں کربلا مشہور ترین نام ہے، کوئی مسلمان
ایسا نہیں ہے جس نے کربلا کا نام نہ سنا ہو، کیونکہ اسلام،
رسولؐ، قرآن، عزت، جہاد اور تمام نیکیوں سے کربلا کا اٹوٹ
رشتہ ہے۔

سچ بتائیے کہ جو کربلا سے ناواقف ہے وہ کس چیز سے
واقف ہے؟ کیا وہ مسلمان ہونے اور رسولؐ و آل رسولؐ سے
دوستی کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ باوجودیکہ اس نے کربلا اور اس
کے معرکوں میں زندگی نہ گزاری ہو۔

۱۔ ہاتف اس غیب کے منادی کو کہتے ہیں جس کی آواز سنائی دیتی ہے لیکن وہ خود نظر نہیں آتا
ہے ۲۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۲۷۲

اگر دنیا خالص توحید کی جلوہ گر ہے اگر عشق خدا اور
محبت اسلام میں کعبہ کا طواف ہو رہا ہے تو یہ پیغمبر اسلامؐ کی
زحمتوں کے نتیجہ میں ہے، بے شک اگر انقلاب حسینی نہ ہوتا تو
آج رسولؐ کی سچی کوششوں کا کہیں نام نہ ہوتا، کیا انقلاب
حسینؑ رسولؐ کے دین کے احیاء اور اقدار اسلامی کی حفاظت
کے علاوہ اور کوئی چیز تھی؟ تحریکِ عاشورا صرف اس لئے ہوئی
تھی کہ رسولؐ کی جگہ ناپاک دعویدار جیسے معاویہ و یزید متمکن
ہو گئے تھے۔

اگرچہ کربلا میں امام حسینؑ کی آمد آپؑ کی حیات کے
آخری ایام تھے لیکن تاریخ کربلا کے چند روز کی عظمت و شکوہ
تاریخ بشریت کے اس عظیم شخص کی پوری زندگی کو تحت تاثیر
قرار دیتی ہے اور نامِ حسینؑ کو ہمیشہ کے لئے نام کربلا سے مقرون
کر دیتی ہے۔ گویا کہ امام حسینؑ کی پوری زندگی کا تاریخ کے
اس موڑ پر خلاصہ ہو گیا ہے۔ زینبؑ کا نام بھی اپنے بھائی کی
طرح کربلا سے مقرون ہو گیا ہے۔

کربلا میں آپ کے داخلہ سے آپؑ کی زندگی ابدیت سے
متصل ہو جاتی ہے چنانچہ جہاں حسینؑ ہیں، جہاں کربلا ہے،
وہاں زینبؑ بھی ہیں، کربلا کی تاریخ جاودانگی یعنی تاریخ
زینبؑ کی جاودانگی ہے۔

یہ عظمت و شکوہ اس بات کا باعث ہوئی کہ کربلا اور بعد از عاشورا کی جناب زینبؑ کی زندگی آپؑ کی زندگی کے دیگر مراحل سے وسیع ہو جائے۔

کربلا میں داخلہ

کاروان حسینی تقریباً پانچ ماہ کی مدت کے۔ مدینہ سے ہجرت کے۔ بعد دو محرم ۶۱ھ کو کربلا میں وارد ہوا۔ امام حسینؑ نے اس سرزمین پر پہنچنے کے بعد اس کا نام معلوم کیا بتایا گیا کربلا، آپؑ نے کربلا کا نام سن کر گریہ فرمایا[1] اور دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے: اے اللہ میں اندوہ و بلا سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا: سواریوں سے نیچے اترو کہ یہی ہماری منزل اور خیمہ گاہ ہے، یہیں ہمارا خون بہایا جائے گا، یہیں ہماری قبریں بنیں گی، ان چیزوں کی ہمارے جدنے ہمیں خبر دی ہے[2]

کربلا میں داخلہ سے زینبؑ سمجھتی ہیں کہ یہ آخری منزل ہے جہاں تک زینبؑ اپنے بھائی حسینؑ کے ساتھ ہیں یعنی شہادت تک حسینؑ کے ہمراہ ہیں، آپؑ لمحہ بھر کے لئے بھی حسینؑ سے جدا

---

[1] بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۸۳ و نفس المہموم ص ۲۰۵ مناقب ج ۴ ص ۹۷ [2] بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۸۲

رہنے پر تیار نہ ہوئیں۔

اتمام حجت

امام حسینؑ نے ان خطوں کے علاوہ جو کہ آپؑ نے مدینہ سے سفر کرتے وقت مختصر طور پر بنی ہاشم کو لکھے تھے اور ان میں اس بات کی تصریح کی تھی کہ جو میری ہمراہی کرے گا وہ شہید ہو گا اور جو میرے ساتھ نہیں رہے گا وہ کامیاب نہیں ہو گا۔[1] دوسرے موقعوں پر بھی صریح طور پر اپنی اور اپنے رفقاء کی شہادت کی خبر دی ان ہی موقعوں سے ایک موقعہ کربلا میں وارد ہونے کے وقت کا ہے[2]

امام حسینؑ اپنے مقصد کی وضاحت فرماتے ہیں، تا کہ اپنے ان ساتھیوں پر حجت تمام کر دیں کہ جو بہت سے مراحل طے کر چکے ہیں اور وادئ عشق و ایثار اور میدان جہاد میں اتر چکے ہیں، تاریخ نہیں بتاتی کہ ان لوگوں میں سے کوئی آپ کو چھوڑ کر چلا گیا تھا جو آپؑ کے ہمراہ کربلا میں وارد ہوئے تھے۔

جن لوگوں کے دل عشق خدا سے سرشار تھے اور ولایت اہل بیت کے پابند تھے وہ آخری دم تک رہے تا کہ اپنے بہترین

---

[1] بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۳۰ [2] منتہی الامال، ص ۲۹۷

سرمایہ کو حیات بخش مقصد پر فدا کریں اور نامِ حسینؑ و اسم
کربلا کے پرتو میں اپنے نام کو تاریخ انسانیت میں سنہری لفظوں
سے رقم کریں، زینبؑ خود کو اپنے بھائی اور ان کے مقصد کا
فدیہ تصور کرتی ہیں، اس ذمہ داری کا بار گراں اپنے دوش پر
اٹھائے ہوئے ہیں تاکہ اس میں کامیابی تک جانفشانی جاری
رکھیں۔

بیعتِ یزید ہرگز نہیں

دو محرم کو کاروانِ حسینی کربلا میں وارد ہوا اور اُسی
روز سے اموی حکومت نے امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب کے
مقابلہ کے لئے وسیع پیمانے پر کربلا میں فوج بھیجنا شروع کردی[1]
ان کا امام حسینؑ سے صرف ایک بات کا مطالبہ تھا اور
وہ تھا بیعتِ یزید کا مطالبہ اور اس چیز کو امامؑ نے ایک بار
بھی پیش نہیں کیا نہ قبول کیا بلکہ ذہن میں بھی اس کا خطور
نہیں ہوا تھا۔

اگرچہ فریقین کے درمیان متعدد مذاکرات ہوئے لیکن
امام حسینؑ کا موقف واضح اور قطعی تھا، آخر تک آپؑ کا وہی

۱۔ مناقب، ج ۴، ص ۹۷

جواب تھا جو آپؑ نے پہلی بار اموی حکومت کے نمائندہ کو مدینہ
میں دیا تھا اور آپؑ کا وہی موقف تھا جو کہ منصب امامت
سے ناواقف لوگوں کے مقابلہ میں تھا، اور وہ تھا یزید کی
بیعت نہ کرنا، زینبؑ کبریٰ ہر مرحلہ پر اپنے بھائی حسینؑ کے ساتھ
تھیں اور مقصدِ حسینؑ اور ان کے سامنے سراپا تسلیم رہنے کے
علاوہ اپنی خواہشوں کے بارے میں کچھ نہیں سوچتی تھیں، تاریخ
نہیں بتاتی ہے کہ زینبؑ نے امام حسینؑ کے مقصد کے علاوہ کوئی
مشورہ دیا ہو، اس بنا پر زینبؑ نے کسی بھی مرحلہ پر پشیمانی یا
اپنے راضی نہ ہونے کا اظہار نہیں کیا ہے جو بہن عشقِ خدا میں
بھائی و امامؑ کے ساتھ مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کربلا آئی ہے اس
سے اپنے امامؑ کے سامنے ہر موقعہ پر سراپا تسلیم ہونے کے علاوہ
اور کوئی توقع نہیں کی جا سکتی ہے۔

دشمن کے مقابلہ میں استقامت

اس عرصہ میں امام حسینؑ کے اہل بیت اور اصحاب کی
پامردی و مقاومت اس بات کا باعث ہوئی کہ دشمن سختیوں
میں اضافہ کرے چنانچہ اس نے ساتویں محرم سے امامؑ کے اصحاب
واعزاء پر پانی بند کر دیا، روز عاشور تک کربلا کے تپتے ہوئے
صحرا میں خیام امام حسینؑ میں پانی نہیں تھا اور یہ ایک بہت بڑا

مسئلہ تھا!

زینبؑ کبریٰ جوکہ اہل بیتِ امام حسینؑ کے خیموں کے نظم ونسق کی ذمہ دار تھیں انھیں بچوں کی تسکین کے لئے اپنے ایثار وتدبیر سے اس طاقت فرسا مشکل کو حل کرنے کی مجبوراً کوشش کرنی تھی تاکہ وہ دشمنوں کی ناہنجاری پر اپنے ضعف وناتوانی کا اظہار نہ کریں۔

نویں محرّم

لغت تشیّع میں نو محرّم کو روز تاسوعا بھی کہتے ہیں روز تاسوعا امام جعفر صادقؑ کے فرمانے کے مطابق وہ دن ہے جس میں امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب و اولاد کربلا میں نرغۂ اعداء میں گھرے ہوئے تھے خیامِ حسینی کے حالات پہلے سے کہیں سخت ودشوار ہوگئے تھے اور اہل بیت تک کسی امداد کا پہنچنا تقریباً ناممکن ہوگیا تھا۔

عمر سعد کے پاس کوفہ سے عبداللہ بن زیاد کا خط پہنچا جس میں اہل بیت پر مزید سختی کرنے اور ان پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کا حکم دیا گیا تھا مزید برآں اس خط کے بعد نو محرّم کو عصر کے وقت عمر سعد کو سرکاری طور پر حملہ کر دینے کا حکم دیا گیا، جب حملہ کا حکم صادر ہوا تھا اس وقت امام حسینؑ خیمہ کے

---

[1] مناقب، ج ۴، ص ۹۷۔ [2] منتہی الامال، ص ۲۴۴۔

سامنے ہاتھ میں شمشیر لئے زانو پر سر رکھے چند لمحات کے لئے سو گئے تھے، زینبؑ جوکہ دشمنوں کی آواز اور ان کی نقل وحرکت کو دیکھ رہی تھیں اپنے بھائی حسینؑ کے پاس آئیں اور کہا:

بھائی! کیا آپ دشمن کے لشکر کے ہجوم وغل کی آواز نہیں سن رہے ہیں جوکہ نزدیک ہوتا چلا آرہا ہے؟ حسینؑ نے سر بلند کیا اور فرمایا: ابھی میں نے رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپؐ مجھ سے فرمارہے ہیں: تم بہت جلد ہمارے پاس پہنچو گے زینبؑ یہ خبر سن کر بے تاب ہوگئیں حسینؑ نے فرمایا: بہن خدا تم پر رحمت نازل کرے صبر کرو[1]۔

امام حسینؑ اپنے علم دار و سردار عباسؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: قربان جاؤں جاؤ دشمن سے ملاقات کرو اور پوچھو کہ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت عباسؑ بیس افراد کے ساتھ، کہ جن میں زہیر وحبیب بھی تھے، دشمن کے نزدیک گئے جب یہ سمجھ گئے کہ دشمن جنگ کرنا چاہتا ہے تو عباسؑ اپنے بھائی کی خدمت میں واپس آئے اور واقعہ نقل کیا۔

امام حسینؑ نے فرمایا: ان سے آج کی رات مہلت مانگو تاکہ ہم دل بھر کر نماز ودعا اور استغفار کرلیں کیونکہ خدا

---

[1] بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۹۱۔

جانتا ہے کہ میں نماز و قرآن پڑھنے اور دعا و استغفار کرنے کو دوست رکھتا ہوں ۱؎

اس طرح دشمن سے شب عاشور کی مہلت حاصل کرتے ہیں تاکہ نماز و دعا اور استغفار کے ساتھ خود اپنے معبود حقیقی کی ملاقات کے لئے تیار کرتے ہیں۔ شب عاشور امام حسینؑ اور آپؑ کے انصار کے لئے آخری فرصت تھی چنانچہ تاریخ نے اس شب کے یادگار و درخشاں واقعات ضبط کئے ہیں

زینبؑ اور شب عاشور

خیامِ اہل بیت میں شمع امامت کی روشنی کی یہ آخری رات ہے، اس شب میں ہر شخص اپنے الٰہی فریضہ کی انجام دہی میں مشغول ہے، تحریک کے رہبر ہونے کی حیثیت سے امام حسینؑ کی ذمہ داری سب سے زیادہ سنگین ہے، آپؑ کے بعد آپؑ کی باوفا بہن زینبؑ کبریٰ کی ذمہ داری اور پیغام رسانی سب سے زیادہ اہم ہے۔

یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا ہے کہ زینبؑ نے ان اہم فرائض کے دوش پر ہوتے ہوئے اس عالی روح اور بلند ہمتی کے

۱؎ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۹۲

باوجود اور اس حساس موقعہ پر لمحہ بھر بھی آرام کیا ہو، ان بحرانی حالات میں شب عاشور اور اس کے بعد زینبؑ کا اہم ترین فریضہ امام زین العابدینؑ کی جان کی حفاظت اور ان کی تیمار داری ہے۔ اس تیمار داری کے چند گوشے امام زین العابدینؑ سے نقل ہوئے ہیں۔

زینبؑ دشمن کی بیداد گری اور مظالم کے مقابلہ میں امام کی محافظ و حامی ہیں، سلسلۂ امامت کو حضرت امام زین العابدینؑ کی نسل سے جاری رہنا چاہئے شاید اسی لئے امام زین العابدینؑ مشیتِ خدا کی بنا پر شب عاشور بیمار ہو گئے تھے۔ تاکہ دشمنوں سے محفوظ رہیں۔ ہر چند روز عاشورا اور اس کے بعد دشمنوں نے متعدد بار آپؑ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا لیکن زینبؑ کی حمایت و جانفشانی کی بنا پر دشمن کامیاب نہ ہوسکے

عقیلۂ بنی ہاشم

حضرت زینبؑ نے حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ آغوشِ علیؑ و فاطمہؑ میں تربیت پائی تھی آپؑ اپنی دنیا کی اور خدا کی معرفت رکھتی تھیں، زندگی کے کمال اور انسانیت کے اقدار سے بخوبی واقف تھیں اور اچھی طرح پہچان کر اس راہ پر گامزن ہوئی تھیں اور اس سے عشق رکھتی تھیں، اس بنا پر اپنے انتخاب

کردہ مقصد و راستہ میں کبھی بھی تردید نہیں کی ہے بلکہ ثابت قدمی اور بلندئ روح کے ساتھ اس پر گامزن رہیں۔

آپ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو کہ بڑے بڑے اور ہلا دینے والے حوادث اور نشیب و فراز سے متأثر ہو جاتے ہیں اور اپنے اہم فرائض کو بھول جاتے ہیں، باوجودیکہ آپؑ مرکز احساس و عواطف ہیں، عقیلہ بھی ہیں یعنی آپؑ عورت اور انسانی جذبات و عواطف سے سرشار ہونے کے باوجود تمام دل خراش و جاں سوز مراحل و حوادث میں عقل و شعور کے ساتھ داخل ہوتی ہیں، سوچ سمجھ کر قدم اٹھاتی ہیں، کبھی بھی جذبات سے متأثر ہو کر اپنے فریضہ سے غافل نہیں ہوتی ہیں، یہ خصوصیت زینبؑ کی خون شہداء کے رنگ لانے اور تحریکِ عاشورا کے پیغام رسانی تک مدد کرتی ہے، اس نکتہ کو ان تمام جاں سوز مراحل پر بخوبی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے جو کہ کربلا میں اور کربلا کے بعد سامنے آئے تھے۔

• • •

زینبؑ کی بے تابی

امام زین العابدین علیہ السلام نقل فرماتے ہیں: شب عاشور میں بیمار تھا اور میری پھوپھی میری تیمارداری میں مشغول

تھیں، اس شب میرے والد اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے، جَون ابوذر کے آزاد کردہ غلام آپؑ کی خدمت میں حاضر تھے اور تلوار پر صیقل کر رہے تھے میرے والد نے متعدد بار "درج ذیل" اشعار پڑھے:

یَا دَهرُ اُفٍّ لَكَ مِن خَلِيلِ ۔ كَم لَكَ بِالإِشرَاقِ وَالأَصِيلِ

مِن صَاحِبٍ وَطَالِبٍ قَتِيلِ ۔ وَالدَّهرُ لَا يَقنَعُ بِالبَدِيلِ

وَإِنَّمَا الأَمرُ إِلَى الجَلِيلِ ۔ وَكُلُّ حَيٍّ سَالِكٌ سَبِيلِي

وائے زمانہ تیرے اوپر تو کتنا برا دوست ہے
صبح و شام کتنے کشتوں کی تجھے آرزو رہتی ہے،
زمانہ کسی کی جگہ دوسرے کو قبول نہیں کرتا ہے
ہر امر خدا کے ہاتھ میں ہے، ہر زندہ موت کی طرف بڑھ رہا ہے۔

ان اشعار کے پڑھنے سے میں اپنے باپ کا مقصد سمجھ گیا، رقت سے میرا گلا رُندھ گیا لیکن میں نے صبر کیا کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ بلا و مصیبت کا وقت ہے، جو چیز میں نے سنی تھی وہی میری پھوپھی نے بھی سنی تو وہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکیں اور آشفتہ حال میں والد کے پاس گئیں اور کہا: کاش مجھے موت آگئی ہوتی اور میں زندہ نہ ہوتی، آج کا دن ایسا ہی ہے جیسا کہ میری ماں فاطمہؑ، میرے والد علیؑ اور میرے بھائی حسنؑ کی شہادت کا روز تھا۔

امامؑ نے زینبؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا: بہن بردباری
کو ہاتھ سے نہ جانے دو آپؑ نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ
زبان سے یہ ضرب المثل جاری کی اگر صیاد طائر کو رات بھر اس کے
جال پر بھی چھوڑ دے اور وہ آشیانہ میں آرام بھی کر لے لیکن،
دشمن ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔

اس کے بعد میری پھوپھی نے عرض کیا: اس سے ہمارے
دل کو اور زیادہ قلق ہوتا ہے کہ آپؑ کی حفاظت کے لئے کوئی چارۂ
کار نہیں ہے ناچار جام شہادت نوش کرنا پڑے گا، یہ کہتے کہتے
پھوپھی زمین پر گر پڑیں اور بے ہوش ہوگئیں [1]

سیّد الشہداء کے مصائب

زینبؑ کی بے تابی اور بے ہوشی زینبؑ کی امام حسینؑ سے
محبت اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑنے کی غماز ہے حقیقت میں
اس مصیبت کو زیارت عاشورا میں کلام خدا سے سمجھنا چاہیے،
ارشاد ہے:

یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ لَقَدْ عَظُمَتِ الرَّزِیَّۃُ وَجَلَّتْ
وَعَظُمَتِ الْمُصِیْبَۃُ بِکَ عَلَیْنَا وَعَلٰی جَمِیْعِ

[1] ارشاد مفید ج ۲ ص۹۳ تاریخ طبری ج۴ ص۳۱۹ بحار الانوار ج ۴۵ ص۱

اَهْلِ الْاِسْلَامِ وَجَلَّتْ وَعَظُمَتْ مُصِیْبَتُکَ
فِی السَّمٰوَاتِ عَلٰی جَمِیْعِ اَهْلِ السَّمٰوَاتِ [1]

اے ابو عبداللہ حقیقت ہے کہ آپؑ کی مصیبت
بہت بڑی مصیبت ہے۔ ہمارے اور تمام
مسلمانوں کے لئے بڑی ہے اور باعظمت ہے جو
مصیبت آپ پر پڑی ہے وہ آسمانوں اور اہل
آسمان کے لئے بہت بڑی اور باعظمت ہے۔

ابو عبداللہ الحسینؑ کی شہادت کی مصیبت کی عظمت وبزرگی
کو زیارتِ ناحیہ میں امام زمانہؑ کے اس جاں سوز کلام سے سمجھنا
چاہئے جو کہ آپؑ نے سیّد الشہداء کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

اگرچہ زمانہ کے اعتبار سے میں بعد میں دنیا میں
آیا اور خدا کے مقدرات نے مجھے آپؑ کی مدد سے
باز رکھا۔ میں اس وقت نہیں تھا کہ آپؑ سے
جنگ کرنے والوں سے جنگ کرتا اور ان لوگوں
سے دشمنی کا اظہار کرتا جو آپؑ سے دشمنی رکھتے تھے

[1] منقولہ زیارتوں میں زیارت عاشورا کو خاص اہمیت حاصل ہے یہ
زیارت حدیثِ قدسی ہے جو کہ خدا کی طرف سے جبریل کے توسط سے رسولِ اکرم
پر نازل ہوئی ہے۔ (منتہی الامال، ص ۸۴۵)

لیکن آپؑ پر پڑنے والی مصیبتوں کو یاد کر کے
صبح و شام نالہ کرتا ہوں اور خون کے آنسو بہاتا
ہوں اور اس قدر گریہ کرتا ہوں کہ فرطِ غم اور
شدتِ حزن و ملال سے جاں بلب ہو جاتا ہوں۔[1]

امام حسینؑ کی شہادت کی سنگینی کو امام رضاؑ کے کلام سے سمجھنا
چاہیئے، ارشاد ہے:

لَقَدْ بَکَتِ السَّمٰوَاتُ السَّبْعُ وَالْاَرَضُوْنَ
لِقَتْلِہٖ۔

امام حسینؑ کی شہادت پر ساتوں آسمانوں و زمینوں
نے گریہ کیا۔

نیز فرمایا:

لَمَّا قُتِلَ جَدِّیَ الْحُسَیْنُ اَمْطَرَتِ السَّمَاءُ
دَمًا وَتُرَابًا اَحْمَرَ[2]

میرے جد امام حسینؑ کی شہادت پر آسمان نے خون
اور سرخ خاک برسائی۔

یہ کتنی بڑی مصیبت ہے کہ جس نے زمین و آسمان، جن
و ملک اور کائنات کے تمام موجودات کو سوگوار بنا دیا ہے۔

---

۱ بحار الانوار، ج ۱۰۱، صفحہ ۳۲ ۲ بحار الانوار، ج ۴۴، صفحہ ۲۸۶

در بارگاہ قدس کہ جائے ملال نیست
سرہائے قدسیاں ہمہ بر زانوئے غم است
جن و ملک بر آدمیان نوحہ می کنند
گویا عزائے اشرف اولاد آدم است[1]

زینبؑ نے ان تمام مصیبتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا
اور اس طرح صبر و استقامت سے کام لیا کہ سب کو انگشت
بدنداں کر دیا۔

ان مصیبتوں کو برداشت کرنے کے لئے زینبؑ کی باعظمت
و جلالت زینبؑ کی ثابت قدمی زینبؑ کا دل محکم اور زینبؑ
کی دریا دلی درکار ہے تاکہ آخر تک تحریک کو جاری رکھ سکے۔

زینبؑ کو امامؑ کی وصیتیں

یہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ امام حسینؑ کی شہادت
کی خبر سے صابرہ زینبؑ کی کیا حالت ہو گئی تھی، یہ خبر آپ کے
لئے ایسی جانکاہ تھی کہ اسے آپ تحمل نہ کر سکیں اور بے ہوش
ہو کر زمین پر گر پڑیں۔

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں: میرے والد میری

---

۱ دیوانِ محتشم کاشانی، صفحہ ۲۸۰

پھوپھی کو ہوش میں لائے اور فرمایا: بہن تقویٰ اختیار کرو
اور صبر سے کام لو اور جان لو کہ اہل زمین کو موت آئے گی
اور آسمان والے بھی باقی نہیں رہیں گے ذات خدا کے علاوہ
ہر چیز کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے ... میرے ماں باپ اور
بھائی جو مجھ سے بہتر تھے دنیا سے چلے گئے، مجھے اور ہر مسلمان
کو رسولؐ کو نمونہ سمجھنا چاہیئے اور ان کی اقتداء کرنی چاہیئے۔
بہن میں تمہیں قسم دیتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس
قسم پر عمل کرو۔ میری مصیبت و غم میں گریبان چاک نہ کرنا
اپنے چہرہ پر خراشیں نہ لگانا اور میرے شہید ہو جانے پر
نالہ و فغاں نہ کرنا۔

امام زین العابدین فرماتے ہیں: ان وصیتوں کے بعد
میری پھوپھی کو میرے پاس بٹھا دیا۔[1]

ہر چند حضرت زینبؑ کی دامنِ ولایت و خاندانِ وحی
میں تربیت ہوئی تھی اور معارف الٰہی سے آگاہ تھیں لیکن امامؑ
کی ان وصیتوں نے آپؑ کے دل پر بہت زیادہ اثر کیا۔ ان
وصیتوں سے زینبؑ کے ارادوں اور حوصلوں میں مزید استحکام
پیدا ہو گیا، امامؑ کی باتوں نے درحقیقت اطمینان و ایمان میں اضافہ کیا۔

---

۱. بحار الانوار ج ۴۵، ص ۳

تاریخ گواہ ہے کہ زینبؑ نے اپنے زمانہ کے امامؑ کے احکام
و وصیتوں پر بخوبی عمل کیا مذکورہ جملوں نے آپ کی لطیف و
پاکیزہ روح پر اتنا اثر کیا کہ نہ صرف آپ کو کوئی مصیبت گوشہ
نشین اور بے تاب نہیں کر سکی بلکہ آپ نے پہاڑ کی طرح
مقاومت کی اگرچہ زینبؑ کے دل پر نئے نئے زخم لگتے رہے
اور ہر مصیبت زینبؑ کے مصائب میں اضافہ کرتی رہی اور
زینبؑ کی کمزوری کا باعث بنتی رہی، لیکن زینبؑ کی ساری
کوشش اس بات پر صرف ہو رہی تھی کہ ان بے شمار
مصیبتوں اور رنج و غم میں گم نہ ہو جائیں تاکہ اس پیغام
کو دنیا والوں تک پہنچا دیں جو ان کے دوش پر تھا۔
زینبؑ نے اپنے امامؑ کی وصیتوں کو، جو کہ مقدس تحریک
کے مقاصد ترقی کا سبب تھیں، سب پر عمل کیا اور یہ ثابت
کر دیا کہ زینبؑ حقیقی مومن ہے، پہاڑ سے زیادہ ٹھوس ہے
مصائب کے سامنے سر جھکانے والی نہیں ہے، بے شمار مصائب
کے مقابلہ میں زینبؑ کے صبر و استقامت، فرائض الٰہی کی
انجام دہی کے سلسلہ میں کئے جانے والے صبر و ثبات میں
ہمیشہ زینبؑ کے نام کو یاد دلاتی رہے گی۔
شہیدوں کی ماؤں، ازواج اور ان کے عزیز نیز

جانبازوں کو چاہیئے کہ وہ حضرت زینبؑ کی عظیم الشان
تحریک کی بلندیوں میں زیادہ سے زیادہ غور و فکر کریں اور
خونِ شہداء کی اہم ذمّہ داری پر توجہ رکھیں اور اس سلسلہ
میں حضرت زینبؑ کو اپنا نمونہ بنائیں کہ جس نے مصائب و
مشکلات اور رنج والم کے مقابلہ میں بہترین صبر و استقامت
کا مظاہرہ کیا ہے اور خود کو حضرت زینبؑ کے انسان ساز
مسلک کا سالک بنائیں اور راہ خدا میں پیش آنے والی تمام
مصیبتوں اور دشواریوں کو آسان سمجھیں جیسا کہ شیر دل زینبؑ
نے ایسا ہی کیا تھا۔

اندھیری رات

عاشور اور شب عاشور کی عظمت کو بولنے، لکھنے پڑھنے
اور سننے سے درک نہیں کیا جاسکتا ہے، طائر فکر اس بلندی
تک پر نہیں مار سکتا دلوں میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

اس روز و شب کی عظمت کو عاشورا والے ہی سمجھتے
ہیں جو کہ حسینؑ اور حسینؑ کے خدا پر ایمان رکھتے تھے جو
آپؑ پر جاں نثاری کے لئے لحہ شماری کر رہے تھے، جیسے
بُریر اور عبدالرحمٰن شب عاشور کے آخری حصّہ میں مسرور تھے، جو

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵، ص ۱

صبح عاشور تک مناجات، دعا اور استغفار میں مشغول رہے
جن کے راز و نیاز کی صدائے شہد کی مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ
سے فضا میں گونج پیدا کر دی تھی[۱]۔

امام حسینؑ کہ جن کے دوش پر تحریک قیادت اور اہم
ذمّہ داریاں عائد تھیں اس رات کو خیام سے دور چلے جاتے
ہیں، آپؑ کے صحابی نافع بن ہلال بھی امام حسینؑ پاس پہنچ
جاتے ہیں اور رات کے سناٹے میں امامؑ کے خیمہ سے نکلنے پر
اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہیں، امامؑ جواب دیتے ہیں، میں
خیموں کے اطراف کے نشیب و فراز کی تحقیق کے لئے آیا ہوں
ہو سکتا ہے دشمن خفیہ طریقہ سے حملہ کر دے۔

امام حسینؑ نے نافع بن ہلال کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: آج
کی رات وعدہ وفا کرنے کی رات ہے۔ جس وعدہ کی خلاف
ورزی نہیں کی جاسکتی، اس وقت امام حسینؑ نے ہلال کو
شب دہم کے چاند کی چاندنی میں دو پہاڑوں کے درمیان
کا راستہ دکھایا اور فرمایا: کیا تم رات کے سناٹے میں اس راستہ
سے فرار کر کے خود کو نجات نہیں دلا سکتے؟

نافع بن ہلال نے یہ بات سن کر خود کو امام کے قدموں

۱۔ بحار الانوار ج ۴۴، ص ۳۹۴، لہوف ص ۱۱۴

پر گرا دیا اور عرض کی میری ماں میرے سوگ میں بیٹھے ! میں نے یہ شمشیر ہزار درہم میں اور یہ گھوڑا بھی ہزار درہم میں خریدا ہے ، قسم اس خدا کی کہ جس نے مجھے آپؑ کے وجود کی نعمت سے سرفراز کیا ہے میں اس وقت تک آپؑ سے جدا نہ ہوں گا جب تک کہ میری تلوار اور گھوڑا بے کار نہ ہو جائیں گے

امامؑ سے زینبؑ کی گفتگو

امام حسینؑ اطراف کا معائنہ فرما کر خیام کی طرف واپس تشریف لائے اور اپنی خواہر جناب زینبؑ کے خیمہ میں پہنچے ، نافع کہتے ہیں کہ میں خیمہ کے باہر کھڑا تھا : میں نے سنا کہ زینبؑ نے فرمایا : بھائی کیا آپؑ نے اپنے اصحاب کا امتحان لے لیا ہے ؟ ایسا نہ ہو کہ سخت وقت میں آپؑ کو تنہا چھوڑ کر چلے جائیں !!

امام حسینؑ نے فرمایا : قسم خدا کی میں نے انھیں آزما لیا ہے میں نے انھیں دلاور ، رجز خواں اور استوار و ٹھوس پایا ہے ، انھیں مجھ سے پہلے شہید ہونے کا اتنا ہی اشتیاق ہے جتنا کہ شیر خوار بچّہ کو ماں کے پستان سے ہوتا ہے ۔

نافع کہتے ہیں : یہ گفتگو سن کر میرے اوپر رقت طاری ہو گئی ، میں حبیب بن مظاہر کے پاس گیا اور جو سنا تھا اسے ان سے بیان کیا ، حبیب نے کہا : قسم خدا کی اگر ہمیں حکم امامؑ

کا انتظار نہ ہوتا تو آج رات ہی حملہ کر دیتے ۔

نافع کہتے ہیں : میں نے حبیب سے کہا : اس وقت امامؑ اپنی خواہر زینبؑ کے خیمہ میں تشریف فرما ہیں شاید حرم و اطفال بھی وہاں موجود ہوں ، بہتر ہے آپ دوسرے اصحاب کے ساتھ وہاں جائیں اور از سرِ نو وفاداری کا یقین دلائیں تاکہ ان کی ڈھارس بندھ جائے ۔ حبیب نے امامؑ کے اصحاب کو صدا دی ، سب خیموں سے نکل آئے ۔ حبیب نے بنی ہاشم سے کہا : آپ لوگ اپنے خیموں میں چلے جائیں اس کے بعد ماجرا نقل کیا تو سارے اصحاب نے آمادگی کا اعلان کیا ۔

حبیب نے کہا : آؤ اہلِ حرم کے خیموں کے پاس چل کر انھیں اپنی وفاداری کا یقین دلائیں ، خیموں کے نزدیک پہنچ کر حبیب نے بنی ہاشم کی عورتوں کو مخاطب کر کے کہا : اے رسولؐ زادیوں ! یہ تمہارے جوان فدا کار ہیں اور یہ ان کی چمکتی ہوئی تلواریں ہیں ۔ سب نے خدا کی قسم کھائی ہے کہ ان سے آپ کے دشمنوں کے سر قلم کریں گے اور یہ بلند و نکیلے نیزے آپ کے غلاموں کے اختیار میں ہیں انھیں آپ کے دشمنوں کے سینوں میں اتارنے کی قسم کھائی ہے ۔ اس موقع پر اہل حرم میں سے کسی نے کہا : اے پاک مردو ! رسولؐ کی بیٹیوں اور امیر المومنینؑ کے خاندان کی عورتوں کی حفاظت کرو

جب اصحاب نے یہ آواز سنی تو بلند آواز سے گریہ کیا اور اپنے اپنے خیمہ میں لوٹ آئے۔[1]

امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کے بارے میں حضرت زینبؑ کو جو اطمینان دلایا تھا روزِ عاشورا آپ نے اس کا مشاہدہ کیا اور یہ دیکھ لیا کہ امامؑ کے اصحاب امامؑ پر جان قربان کرنے کے سلسلہ میں کس طرح ایک دوسرے پر سبقت کر رہے ہیں[2] اور یہ بھی دیکھا کہ جب تک اصحاب زندہ تھے اس وقت تک انہوں نے بنی ہاشم اور اہل بیتؑ میں سے کسی کو دشمن سے مبارزہ کے لئے نہیں جانے دیا، یہ بھی ملاحظہ کیا کہ جب تک اصحاب میں سے ایک آدمی بھی باقی رہا اس وقت تک آپؑ کے بھائی کو کوئی گزند نہ پہنچ سکی اور یہ بھی مشاہدہ کیا کہ ڈیڑھ دن میں اہل بیت و شیعیت کی مظلومیت کی تاریخ کا ورق الٹ گیا۔

نمودِ صبح

شبِ عاشور اپنے آخری لمحے گزار رہی ہے، وہ رات جو کہ امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب کے خدا سے راز و نیاز

---

[1] سخنان حسینؑ بن علیؑ از مدینہ تا کربلا، ص ۱۷۲-۱۷۴ [2] لہوف، ص ۴۷

روح معنویت آرام و سکون رضائے پروردگار اور لقاء خدا سے مملو تھی، وہ رات جو کہ عمر سعد اور اس کی فوج کے لئے پریشان کن اور مضطرب کرنے والی تھی۔ کیا کل جگر گوشۂ رسولؐ سے جنگ کریں؛ کیا امامؑ اور ان کے بہترین اصحاب کو قتل کر دیں؛ خدا کو کیا جواب دیں گے؛ کیا ابن زیاد اور یزید اور اموی حکومت کے سرغناؤں کے وعدے پورے ہوں گے؛ ایسے ہی سیکڑوں سوال۔

دونوں محاذوں پر بیداری تھی، ایک محاذ والے شہادت کے شوق اور وجد میں نیند سے دور تھے، خوف و اضطراب نے دوسرے محاذ والوں کی آنکھوں سے نیند اڑا دی تھی آخر کار صبح نمودار ہوئی۔ اصحاب امام حسینؑ پورے اطمینان کے ساتھ دشمنان خدا سے مقابلہ کے لئے تیار ہوئے۔

اگرچہ ابو عبداللہ کے اصحاب کل رات نماز، تلاوتِ قرآنِ مجید، استغفار، اور محبوب سے مناجات میں بسر کی تھی ظاہراً ان کی بدنی اور جسمی طاقت کم ہو جانی چاہئے تھی لیکن عِشق نے انھیں نئی طاقت عطا کی تھی، خدا سے عِشق راہ خدا میں بہترین خلائق حجّت خدا، امام زمانہ حضرت ابو عبداللہ الحسینؑ کے ساتھ شہادت پانے کا جذبہ۔

امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب صبح کا آغاز نمازِ جماعت اور بے نیاز خدا کی درگاہ میں اظہار بندگی کے ساتھ کرتے ہیں[1] یہ نماز اکثر اصحاب کے لئے آخری نماز ہے، نماز وداع اور آخری نماز ہے۔

خدا کے ان بہترین اور مخلص بندوں کی نماز جماعت کی عظمت نے، جنہوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ لی تھی تاکہ محبوب کی راہ میں قربان کریں، زمین و آسمان کو پُر کر دیا تھا

ابھی تک کسی بھی صحابی نے ایسی معراج کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا ہے اور کربلا کے وسیع بیابان میں نماز صبح کتنی بہترین نماز ہے کہ جس کے امامؑ سید الشہداء ہیں اور ماموم آپؑ کے باوفا اور بہترین اصحاب ہیں جیسا کہ شب عاشور امامؑ نے فرمایا تھا:

فَاِنِّیْ لَا اَعْلَمُ اَصْحَابًا اَوْفٰی وَلَا خَیْرًا مِنْ اَصْحَابِیْ [2]

میں نے اپنے اصحاب سے زیادہ باوفا اور بہترین اصحاب نہیں دیکھے ہیں۔

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵، ص۲۱ ۲۔ ارشاد مفید ج ۲، ص۹۱

نمازِ جماعت ختم ہوئی، امامؑ نے نمازیوں کی طرف رُخ کیا اور خدا کی حمد و سپاس کے ساتھ اپنے کلام کا آغاز کیا اور پھر فرمایا: خدا نے آج کے دن میرے اور تمہارے شہید ہونے کو منظور کر لیا ہے۔

صَبْرًا یَا بَنِی الْکِرَامِ فَمَا الْمَوْتُ اِلَّا قَنْطَرَۃٌ تَعْبُرُ بِکُمْ عَنِ الْبُؤْسِ وَالضَّرَّاءِ اِلَی الْجِنَانِ الْوَاسِعَۃِ وَالنِّعَمِ الدَّائِمَۃِ

اے عظیم زادو! تمہارے لئے لازم ہے کہ صبر و شکیبائی سے کام لو، موت کی مثال ایک پل کی سی ہے جو کہ تمہیں رنج و غم سے نجات دلا کر وسیع و عریض اور نعمتوں والی جنت میں پہنچا دیگا پس تم میں سے کون ہے جو قید سے قصر میں پہنچنے سے ناخوش ہے؟ اور یہی موت تمہارے دشمنوں کے لئے نشاط پرور محل سے قید خانہ کی طرف کوچ ہے۔ میرے والد نے رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافروں کے جنت ہے اور مومنوں کے لئے جنت میں پہنچنے کا

پل ہے اور کافروں کے لئے دوزخ میں پہنچنے کا پل ہے، میں نے نہ جھوٹ سُنا ہے نہ جھوٹ کہتا ہوں[1]

اس طرح امام حسینؑ نے موت و دنیا کی حقیقت اور اس راہ کی وضاحت فرمائی جو کہ اصحاب کے سامنے ہے اور انھیں سکون و اطمینان بخشا اور کارزار کے لئے آمادہ کیا۔

۱۔ سخنان حسینؑ بن علیؑ از مدینہ تا کربلا، ص۱۸۲۔

۳
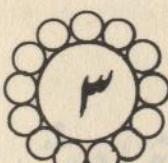
زینبؑ اور حوادثِ عاشورا

○ علی اکبرؑ کی لاش پر ○ منزلِ عشق ○ اہلِ بیت سے رخصت ○ امامؑ کی شہادت ○ عزیزوں کی لاشوں پر ○ امامؑ سجّادؑ کی حفاظت،

تیسری فصل

زینبؑ اور حوادثِ عاشورا

جنگ کا آغاز ہوتا ہے، سرزمین کربلا پر ایک کے بعد دوسرا حادثہ رونما ہوتا ہے ایک کے بعد دوسرا حماسہ وقوع پذیر ہوتا ہے، ایک کے بعد دوسرا شہید ہوتا ہے، داغ پر داغ دل حزیں پر وارد ہوتا ہے، ان تمام حوادث کو زینبؑ دیکھ رہی ہیں یہ غم انگیز سانحات آپؑ کی لطیف روح پر صدمات وارد کرتے ہیں، غموں کی بوچھار رہے حسینؑ کی باوفا بہن کے دل پر زخم پر زخم لگ رہے ہیں۔ آپ کے سر پر بارش کی مانند غم کی بوچھار ہے آپؑ علیؑ کی بیٹی ہیں، باپ سے صبر کا درس لیا ہے لہٰذا تمام مراحل پر پائیداری کا مظاہرہ کرتی ہیں اور اپنے امامؑ و اسلام کے فرائض پورا کرتی ہیں، کربلا کے مصائب نے اگرچہ زینبؑ د

آسمان اور ملائکہ کو آنسو بہانے پر مجبور کر دیا اور ہر شئی کو ماتمی لباس پہنا دیا لیکن زینبؑ کے پائے استقلال میں جنبش پیدا نہ کر سکا، دل پر غم و الم کے تیر لگ رہے ہیں، دل خون ہو رہا ہے لیکن بلندئ روح اور عشق انھیں استوار رکھے ہوئے ہے۔

زینبؑ ایک نئی راہ کی ابتداء میں ہے، بہت طویل راستہ ہے کہ جس میں بہت سے غم و الم درپیش ہیں، اب اس لمبے سفر کو اموی حکومت کے کینہ و دشمنی کی سنگلاخ وادیوں کے درمیان سے طے کریں گی، آپؑ تحریکِ کربلا کے خون آلود پرچم تاریخ میں لہرائیں گی، اس قافلہ کی قافلہ سالاری کریں گی کہ جس کی ہر فرد کربلا کی یادگار اور عاشورا کی پیغام رساں ہے۔ ان داغ دیدہ لوگوں کی داستان ایک طویل حدیث ہے اس مختصر کتاب میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

یوں تو عاشورا کے سارے مصائب ہی تازیانے تھے جو کہ زینبؑ کے بدن پر پڑے تھے لیکن ہم ان جگہوں کی نشان دہی کرنا چاہتے ہیں کہ جہاں جہاں تاریخ نے حضرت زینبؑ کی موجودگی بیان کی ہے، اس سلسلہ میں ہم صرف تاریخ کربلا کے چند موقعوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

علی اکبرؑ کی لاش پر

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سیدالشہداءؑ کے بیٹوں میں حضرت علی اکبرؑ رسولؐ خدا سے مشابہ تھے، حسین و پاک طینتِ خلق و خو کو دیکھ کر رسولؐ اسلام کی سیرت و کردار یاد آجاتا تھا اور ان ہی تمام باتوں کی وجہ سے حضرت زینبؑ علی اکبرؑ سے زیادہ محبت کرتی تھیں اور علی اکبرؑ کی جاں گداز رخصت و شہادت پر گریہ کرنے میں آپؑ امام حسینؑ کی شریک تھیں، جب تک اصحاب امام حسینؑ زندہ تھے اس وقت تک اہلبیتؑ میں سے کسی کو میدان جنگ میں نہیں جانے دیا، اصحاب کی شہادت کے بعد سب سے پہلے اہل بیتؑ میں سے علی اکبرؑ میدان میں گئے جو کہ امام حسینؑ کے سب سے بڑے بیٹے تھے[1]

علی اکبرؑ کے حسنؑ اور اخلاقی فضائل کی دھوم تھی، گلشنِ ولایت کے اس پھول کی تعریف خود امام حسینؑ کی زبان سے سنیئے جب علی اکبرؑ کو رخصت کرنے لگے تو امامؑ نے بیٹے کو محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور آسمان کی طرف سر بلند کر کے فرمایا:

---

۱ لہوف، ص۴۹

"اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ عَلٰی ھٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ قَدْ بَرَزَ اِلَیْھِمْ غُلَامٌ اَشْبَہُ النَّاسِ خَلْقاً وَخُلْقاً وَمَنْطِقاً بِرَسُوْلِکَ، کُنَّا اِذَا اشْتَقْنَا اِلٰی نَبِیِّکَ نَظَرْنَا اِلٰی وَجْھِہٖ"۔[1]

پالنے والے تو اس قوم پر گواہ رہنا، اس سے مبارزہ وجنگ کے لئے وہ جوان جا رہا ہے جو کہ رفتار وگفتار اور کردار میں تیرے رسولؐ سے سب سے زیادہ مشابہ ہے جب بھی مجھے تیرے رسولؐ کی زیارت کا اشتیاق ہوتا تھا تو اس کے چہرہ کو دیکھ لیتا تھا۔

ظاہر ہے کہ حسینؑ کے لئے ایسے بیٹے کو رخصت کرنا بہت شاق ہے کہ جس کا دیدار رسولؐ خدا کے دیدار کی یاد تازہ کرتا ہے اور جس کا خلق وخو رسولؐ کے زمانہ کی یاد دلاتا ہے۔

تاریخ اور مقاتل کی کتابوں میں یہ نہیں بیان ہوا ہے کہ سید الشہداءؑ نے علی اکبرؑ کے علاوہ کسی اور پر تین بار گریہ کیا ہو، پہلی مرتبہ رخصت کے وقت دوسری مرتبہ میدان سے واپس آکر پانی کے مطالبہ پر اور تیسری دفعہ لاش پر گریہ کیا۔[2]

---

۱ دمع السجوم، ص ۱۶۰ ۲ منتہی الامال، ص ۴۴۲ - ۴۴۴

امام حسینؑ کا دلاور بیٹا محاذ کے لئے روانہ ہوتا ہے۔ تشنگی اور تھکان کے باوجود دشمن کی فوج کے پرے پلٹ دیتا ہے۔ زخموں سے چور ہو کر باپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے، عرض پرداز ہوتا ہے: بابا تھوڑا پانی مل سکتا ہے؟ تاکہ تشنگی رفع کر کے دشمن سے اچھی طرح جنگ کروں، یہ سن کر امامؑ گریہ فرماتے ہیں اور بیٹے سے فرماتے ہیں: بیٹے میدان کو سدھارو! بہت جلد تمہیں تمہارے جد رسولؐ خدا سیراب کریں گے۔

علی اکبرؑ دوبارہ میدان جنگ میں جاتے ہیں لیکن اس دفع تھوڑی ہی دیر کے بعد علی اکبرؑ کی صدا آتی ہے اور باپ کو خدا حافظ کرتے ہیں۔ حسینؑ میدان میں تشریف لاتے ہیں بیٹے کے رخسار پر اپنا رخسار رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں: خدا اس قوم کو غارت کرے جس نے تمہیں قتل کیا ہے.... تمہارے بعد دنیا اور زندگی پر خاک ہے[1]

بیٹے کے غم میں حسینؑ کا دل تپاں ہے، آنکھوں سے اشک جاری ہیں[2]

---

۱ لہوف، ص ۴۹، منتہی الامال، ص ۴۴۴ ۲ روایات میں بیان ہوا ہے کہ جب رسولؐ کے بیٹے ابراہیم کے انتقال کے غم میں بعض صحابہ نے آنحضرتؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری دیکھے تو دریافت کیا، آپ روتے ہیں؟

اس وقت تک کسی نے امام حسینؑ کے رونے کی آواز نہیں
سنی تھی ۱؎

زینبؑ دیکھ رہی ہیں اور حسینؑ کے گریہ کی صدا سن
رہی ہیں ، زینبؑ کا قلب غم سے پاش پاش ہوتا ہے ، بھائی
کے گریہ کی آواز سے بے قابو ہو جاتی ہیں ، تیزی سے مغموم و
رنجیدہ باہر تشریف لاتی ہیں اور نوحہ کناں علی اکبرؑ کو صدا دیتی
ہیں :

«یَا حَبِیبَاهُ وَیَابْنَ اَخَاهُ»

اے میرے پیارے ! میرے بھتیجے !

بے تحاشہ علی اکبرؑ کی لاش پر پہنچتی ہیں علی اکبرؑ سے لپٹ
جاتی ہیں شاید دل کو کچھ تسکین میسر ہو سکے اور کچھ صدمہ کم
ہو جائے لیکن اپنے پیارے بھتیجے کا غم کس طرح تحمل کریں ،
اب حسینؑ کے علاوہ کون ہے جو زینبؑ کو دلاسا دے کر علی اکبرؑ
کی لاش سے جدا کر کے خیمہ گاہ تک پہنچا دے ۲؎

جبکہ گریہ کرنے سے منع فرماتے ہیں ؛ رسولؐ نے فرمایا : آنکھیں روتی ہیں
اور دل میں درد محسوس ہوتا ہے لیکن ہم زبان پر وہ چیز نہیں لاتے ہیں
جس سے خدا ناراض ہوتا ہے ۔ بحار الانوار ج ۸۲ ص ۹۱

۱؎ دمع السجوم ص ۱۶۲ ۲؎ لہوف ، ص ۴۹

اس طرح زینبؑ سے علی اکبرؑ ایسا دل بند جدا ہو گیا
اور آپؑ کے قلب پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ، عام انسان اس
سے کہیں کم مصیبت برداشت نہیں کر پاتے ہیں ، لیکن اس
الم کو برداشت کرنے کے سلسلہ میں جو چیز زینبؑ کی معاون
ثابت ہوئی ، وہ اسلام اور اپنے زمانہ کے امامؑ کی پابندی تھی
زینبؑ فریضۂ الٰہی کی انجام دہی کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچتی
تھیں اور رضائے خدا کے مقابل سراپا تسلیم تھیں اور ان
چیزوں نے بجائے خود زینبؑ کو صبر و تحمل ، ثبات و استقامت
اور سکون و اطمینان بخشا تھا اور یہی روحانی طاقت ، معنوی
قوت ، خالص ایمان اور پاکیزہ اعتقاد آخری لمحہ تک آپؑ کے
صبر و ثبات کا باعث ہوئی ۔

زینبؑ کے لال

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جناب زینبؑ کے شوہر
عبداللہ بن جعفر نے امام حسینؑ کی مکہ روانگی کے وقت آپؑ
کو ایک خط لکھا اور اپنے دو بیٹے ، محمد و عون آپؑ کی خدمت
میں روانہ کئے تاکہ امامؑ کی خدمت میں جانفشانی کریں ۱؎ یہ

۱؎ بحار الانوار ، ج ۴۴ ، ص ۳۶۶

دونوں یقینی طور پر کربلا میں موجود تھے اور دونوں نے
شہادت پائی اور یہ مسلّم ہے کہ عون بن عبداللہ بن جعفر کی
والدہ حضرت زینبؑ ہیں ۱؎

عاشور کے روز محمد بن عبداللہ بن جعفر شجاعانہ
جنگ کر کے شہادت کا جام پیتے ہیں، ان کے بعد عون دشمن
سے مبارزہ کے لئے تیار ہوتے ہیں رجز پڑھتے ہیں اور اس
طرح اپنا تعارف کراتے ہیں۔

اگر تم مجھے نہیں جانتے تو روز محشر میری شرافت کے
لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میں جعفر کا پوتا ہوں اس شہید کا
دل بند ہوں کہ جس کی صداقت بہشت میں جلوہ گر ہے
وہاں سبز پروں سے پرواز کرتے ہیں۔

یہ کہہ کر دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں، تین سواروں
اور اٹھارہ پیادوں کو جہنم واصل کرتے ہیں اور پھر خود بھی
درجۂ شہادت پر فائز ہو جاتے ہیں ۲؎

زینبؑ کبریٰ کے بیٹے عون کے بارے میں صحیح طور پر یہ
معلوم نہ ہو سکا کہ شہادت کے وقت ان کی کیا عمر تھی لیکن
سیّد مرتضیٰ نے جوان کی زیارت نقل کی ہے اس سے یہ

۱؎ مقاتل الطالبین، ص۹۵ ۲؎ مناقب، ج ۴، ص ۱۰۶

اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ایک نوجوان تھے کیونکہ زیارت
کا یہ مفہوم ہے، اے عون بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب
آپ پر سلام، اے اس کے بیٹے آپ پر سلام کہ جس نے آغوش
رسولؐ میں پرورش پائی اور ان کے اخلاق کا اتباع کیا، اے
نوجوان آپ پر سلام کہ آپ نے حریمِ رسولؐ خدا سے اس
وقت دفاع کیا کہ جب آپؑ جسمانی لحاظ سے زیادہ قوی اور
طاقتور نہ تھے... اطمینان اور سکون قلب کے ساتھ دشمنوں کے
نیزوں کی چھاؤں میں گئے یہاں تک کہ بہترین و نیک عمل کے
ساتھ خدا سے جا ملے ۱؎

تاریخ میں نہیں ملتا ہے کہ عون کی شہادت کے وقت
حضرت زینبؑ کی کیا کیفیت تھی لیکن زینبؑ ایسی شیر دل خاتون
سے اس کے علاوہ اور کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ آپؑ نے بیٹے
کی شہادت پر صبر سے کام لیا، سید الشہداء اور ان کے بیٹوں
کی شہادت نے زینبؑ کے لئے خود ان کے بیٹے عون کی شہادت
کو آسان بنا دیا تھا کیوں کہ جو کچھ بھی زینبؑ کے پاس تھا
اسے حسینؑ اور ان کے بیٹوں کا فدیہ سمجھتی تھیں، آپؑ ولایت
کی سچی معتقد تھیں اور «اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ» ۲؎ کے

۱؎ منتہی الامال، ص۴۴۶ ۲؎ سورۂ احزاب، آیت ۶

مفہوم کو اچھی طرح سمجھتی تھیں، جانتی تھیں کہ رسولؐ کے
بیٹوں کو ہر چیز یہاں تک کہ اپنے بیٹوں اور جان پر بھی مقدم
کرنا چاہیئے۔

جلوہ گاہِ عشق

عاشور کا ایک ایک لمحہ فدا کاری، جانبازی اور راہ
خدا میں قربانی کے جذبہ کا حامل ہے سیّد الشہداء کے اصحاب و
انصار ایک کے بعد دوسرا شان و شوکت کے ساتھ معرض
عِشق و ایثار میں پہنچتا ہے اور میدان کربلا کو معرض جانفشانی
اور مردانگی قرار دیتا ہے کہ تاریخ نے ایسے پاکباز اور وفاشعار
نہیں دیکھے ہیں، اس میدان میں زینبؑ ایسی شاکر و صابر
بھی موجود ہیں کہ جن کے دل پر ہر شہید ہونے والے کا
داغ لگتا ہے اور پے در پے مصائب کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں
لیکن ان کی ثابت قدمی اور استقامت سے ٹکرا کر مصائب
کے پہاڑ چور چور ہو جاتے ہیں اور ان سکونِ قلب کے سامنے
سَر جھکا دیتے ہیں۔

اب زینبؑ ایسے دل خراش منظر دیکھ رہی ہیں جو
اہل بیتؑ کی مظلومیت اور یزیدیوں کی پستی پر فریاد کناں ہیں
آخری لمحوں میں حسینؑ زینبؑ کے خیمہ کے پاس آتے ہیں

بہن میرے ننھے سے بچہ کو لے آؤ تاکہ اسے بھی راہ خدا میں
ہدیہ کر دوں[۱]۔ زینبؑ بچہ کو حسینؑ کی آغوش میں دیتی ہیں
اس شیر خوار بچہ کی حالت کون بیان کر سکتا ہے کہ تشنگی نے
جس کو بے تاب کر دیا ہے؟ اور ایسے باپ کی دلی کیفیت کا
کون اندازہ لگا سکتا ہے کہ جو حوصلہ شکن مصیبتیں اٹھانے کے
بعد بچہؑ کو مار ڈالنے والی پیاس سے جاں بہ لب دیکھے؟
باپ ایسے تشنہ لب بچہ کو کیوں کر وداع کرے؟ کیا
رخصت کرنے کے لئے پیار سے منہ چومنے کے علاوہ اور کوئی
طریقہ ہے؟ لیکن باپ ابھی بچہؑ کو بوسہ نہ دے سکے تھے کہ حرملہ
کے تیر نے بچہؑ کا گلا چھید دیا، لب حسینؑ سے قبل تیر نے گلوئے
اصغر کا بوسہ لے لیا۔

حسینؑ بچہ کو زینبؑ کے پاس لائے، بچہؑ کا خون چلّو
میں لیا اور آسمان کی طرف رخ کر کے فرمایا:

هَوَّنَ عَلَيَّ مَا نَزَلَ بِي أَنَّهُ بِعَيْنِ اللهِ

میرے اوپر نازل ہونے والی مصیبتیں آسان ہیں
کیونکہ اُن سب کو خدا دیکھ رہا ہے[۲]

امام محمدؑ باقرؑ فرماتے ہیں خونِ اصغر کا قطرہ زمین

---

۱ لہوف، ص ۵۰ ۲ منتہی الامال، ص ۴۵۸۱

پر نہیں گرا[1]۔ باپ کے ہاتھوں پر علی اصغرؑ کی دل خراش
شہادت حوصلہ کے پہاڑ کو چور چور کر سکتی تھی لیکن عشقِ حسینؑ
نے ان تمام مصائب کو آسان کر دیا، عاشورا عشق خدا کا
روز ہے اور کربلا عشقِ حسینؑ کی وسیع جلوہ گاہ ہے۔

امام حسینؑ کے پاس جو کچھ تھا اسے میدان عشق میں
لے آئے تاکہ اپنے محبوب پر نثار کریں اور ان چیزوں کو
اپنے لئے آسان سمجھتے تھے کیونکہ اپنے محبوب کو حاضر و ناظر
سمجھتے تھے۔

اطمینان و بردباری کا راز

امام حسینؑ کے شیر خوار بیٹے کی شہادت شاید ان غم
انگیز مناظر میں سے ایک تھی جن کو روز عاشورا حضرت زینبؑ
نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا لیکن جس چیز نے زینبؑ کو
استوار رکھا اور اطمینان و سکون عطا کیا اور آپؑ کی استقامت
میں اضافہ کیا اور انھیں راہِ حسینؑ کو جاری رکھنے کا حوصلہ
بخشا وہ امام حسینؑ کے وہ کلمات تھے جو مصائب کے وقت
آپؑ نے زبان پر جاری کئے تھے، یہ کلمات امرِ خدا کے سامنے تسلیم

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ۴۶

و رضا سے سرشار دل سے نکلے تھے ظاہر ہے کہ زینبؑ کے پاک
دل میں اترے تھے «هَوَّنَ عَلَيَّ مَا نَزَلَ بِي أَنَّهُ بِعَيْنِ اللهِ»

امام حسینؑ نے ان مختصر جملوں میں، توحید، ایمان، توکل
اور تسلیم و رضا کی ایک دنیا پیش کر دی ہے اور زینبؑ اپنے
بھائی کے صبر سے کہ جس سے ملائکہ کو بھی حیرت تھی۔ قَدْ
عَجِبَتْ من صَبْرِكَ مَلَائِكَةُ السَّمٰوات[1] سے درس لیا
اور اس بات کا سراغ پا گئیں کہ راہ خدا میں سخت ترین مصیبتیں
بھی آسان ہیں۔

سچ بتائیے کہ خدا کے سامنے فرائض کی انجام دہی میں
حق سے عشق کے علاوہ امام حسینؑ اور آپؑ کی بہن کے لئے
کونسی چیز سکون کا باعث ہو سکتی تھی؟ کیا ابھی تک شہید دل
جانبازوں اور مصیبت زدہ لوگوں اور راہ خدا میں تکلیف
اٹھانے والوں کی ماؤں، بہنوں، بیویوں، بیٹوں اور
دیگر عزیزوں نے تاریخ عاشورا کے اس عظیم پہلو پر غور
کیا ہے؟ کیا کبھی یہ تصور کیا ہے کہ شہادتِ علی اصغرؑ کا دل سوز
منظر کتنا دشوار تھا۔

سچ بتائیے کہ امام حسینؑ و زینبؑ نے اسے کیونکر برداشت

۱۔ بحار الانوار، ج ۱۰۱، ص ۲۴۰

کیا؟ اس کے علاوہ اور کیا جواب ہو سکتا ہے کہ وہ رضاء خدا کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے اور ذکر خدا سے دلوں کو سکون بخشتے تھے اور خود کو خدا کے سامنے سمجھتے تھے۔

اہل بیتؑ سے رخصت

حسینؑ چاروں طرف دیکھتے ہیں، اصحاب و انصار شہید ہو چکے ہیں حسینؑ خیمہ گاہ میں جاتے ہیں تاکہ شریف و باوفا ترین اہل بیتؑ سے آخری بار رخصت ہو لیں اور انھیں خدا کے سپرد کر دیں۔

پیارے حسینؑ سے جدائی کے لمحے اہل بیتؑ کے لئے کتنے جاں سوز و شاق ہیں، اب وہ وقت دور نہیں ہے کہ جس میں بہترین خلائق اور اپنے سب سے بڑے حامی کی لاش کو کربلا کی جلتی زمین پر دیکھیں گے۔

یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ یہ فراق امام حسینؑ کے لئے زیادہ دشوار تھی یا اہل بیتؑ کے لئے لیکن یہ تو بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ یہ تاریخ کی دردناک ترین جدائی تھی، حسینؑ ندا دیتے ہیں: اے سکینہؑ، اے فاطمہؑ، اے زینبؑ و ام کلثومؑ تم پر میرا سلام، یہ آخری ملاقات ہے، امام حسینؑ کی پیاری بیٹی سکینہؑ فریاد کرتی ہے، بابا کیا مرنے کے لئے آمادہ ہو گئے ہیں

امامؑ فرماتے ہیں: وہ شخص کیسے مرنے کے لئے تیار نہ ہو جس کا کوئی یاور و مددگار نہیں ہے ... اہل حرم میں شور و شین برپا ہوتا ہے امام حسینؑ سب کو دلاسا دیتے ہیں۔

امام حسینؑ سکینہؑ کو بہت چاہتے ہیں۔ اسے سینہ سے لگاتے ہیں۔ اس کی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: اے سکینہؑ میرے بعد تم بہت گریہ کرو گی لیکن جب تک میں زندہ ہوں اس وقت تک تم رو کر باپ کا دل نہ تڑپاؤ[۱]

جانبازی سے شہادت تک

عاشور کا روز ہے، حسینؑ لحظہ بہ لحظہ اپنے معبود کے دیدار سے قریب ہو رہے ہیں، اصحاب و انصار میں سے کوئی باقی نہیں بچا ہے، امامؑ کا بدن زخموں سے چور ہے۔ تشنگی سے زبان میں کانٹے پڑ گئے ہیں، عزیزوں کے داغ سے دل ٹوٹ گیا ہے، حضرت عباسؑ کی شہادت سے کمر ٹوٹ گئی ہے، امام حسینؑ اب دشمن کی ظاہر بیں نگاہوں میں تن تنہا ہیں، لیکن اس کے باوجود امام حسینؑ مطمئن ہیں، زیر لب اور دل ہی دل میں اپنے خدا سے محو گفتگو ہیں، عاشقانہ سرگوشی

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۴۷، و دمع السجوم ص ۱۸۴

ہے، دشمن کو اس بات کا اعتراف ہے دباؤ اور مصائب
سے صبر و استقامت حسینؑ میں کم واقع نہیں ہوئی ہے[1] جیسے
جیسے شہادت کی گھڑیاں نزدیک ہوتی جا رہی ہیں اسی
تناسب سے امام حسینؑ کا چہرہ گل گوں ہوتا جا رہا ہے[2]

اہل حرم اور ان کے بچوں کے لئے یہ تنہائی بہت شاق
ہے وہ روئے زمین پر حجتِ خدا اور اپنے عزیز ترین انسان
کو نرغۂ اعداء میں دیکھنا کیسے برداشت کریں گے؛

اپنے چچا کی تنہائی و بیکسی کے ان مایوس کن لمحات کو
خیمہ کے اندر سے عبداللہ بن حسنؑ جو کہ بچہ ہیں، دیکھ رہے
ہیں بے قابو ہو جاتے ہیں اور بے تحاشہ خیمہ سے نکل پڑتے
ہیں، دشمنوں تک پہنچ جاتے ہیں، اگرچہ حضرت زینبؑ اہل
حرم اور ان کے بچوں کی مکمل طور پر نگراں اور اپنے امامؑ کے
فرمان پر کان لگائے ہوئے ہیں لیکن امام حسینؑ پر ایسی مصیبت
کا وقت ہے کہ جس نے زینبؑ کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے۔

اچانک زینبؑ متوجہ ہوتی ہیں کہ عبداللہ حسینؑ کی طرف
دوڑتے چلے جاتے ہیں، زینبؑ عبداللہ کے پیچھے نکلتی ہیں اور
امام حسینؑ فرماتے ہیں بہن عبداللہ کو دشمنوں کے پاس جانے

---

[1] طبری، ج ۴، ص ۳۴۵ [2] بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۵۰

سے منع کرو لیکن عبداللہ قسم کھاتے ہیں کہ میں اپنے عمو سے
جدا نہ ہوں گا، اسی وقت ایک دشمن تلوار کھینچتا ہے، عبداللہ
دشمن کے وار کو اپنے ہاتھ پر روکتے ہیں جس سے آپ کے ہاتھ
پر کاری ضرب لگتی ہے، ہاتھ کھال سے لٹک جاتے ہیں، عبداللہ
کی آواز بلند ہوتی ہے حسینؑ انھیں آغوش میں لیتے ہیں، صبر
کی تلقین کرتے ہیں، ناگہاں حرملہ تیر چلاتا ہے اور عبداللہ
آغوش امام حسینؑ میں شہید ہو جاتے ہیں[1] زینبؑ اس منظر
کو بھی دیکھتی ہیں ایک داغ دل پر لگتا ہے۔

امام حسینؑ کی آخری درخواست

کربلا اور عاشورا کے دو رُخ ہیں، ایک اوج انسانیت
کی نشاندھی کرنے والا ہے فضیلت و کمال کہ جس نے سید الشہداؑ
کے محاذ پر تحقق و وجود پایا ہے، اس میں ایمان، جہاد
، عشق، ایثار اور ساری خوبیاں نمایاں ہیں، دوسرا رُخ
پستی و خباثت کا غماز ہے اور یہ عمر سعدؑ کے مورچہ پر وجود
میں آیا ہے۔

دشمن کے محاذ کی پستی و رذالت کا غماز ایک پہلو یہ بھی

---

[1] منتہی الامال، ص ۴۶۵ و لہوف، ص ۵۳ و بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۵۳، ۵۴

ہے کہ امام حسینؑ نے کہنہ لباس کی درخواست کی تاکہ آپ کی
شہادت کے بعد دشمن اس کو طمع کی نظر سے نہ دیکھیں ،
انہوں نے امامؑ کو بہت تنگ لباس لاکر دیا آپؑ نے فرمایا :
یہ لباس ذلت ہے دوسرا لباس لاؤ ۲؎

امامؑ تمام فضائل کا مظہر ہیں عزت والے ہیں کبھی
ذلت کو قبول نہیں کر سکتے ، آپؑ کا شعار و نعرہ ، ہیہات منّا
الذلة ، ہے ۔

تاریخ میں اس بات کی وضاحت نہیں ہے کہ آخری
لباس آپ کو کس نے دیا تھا لیکن گمان غالب یہ ہے کہ زینبؑ
کے علاوہ اور کوئی نہ ہوگا کیونکہ سب سے زیادہ آپؑ ہی امامؑ
سے قریب تھیں ۔

زینبؑ اہل بیت اور امامؑ کے درمیان رابطہ ہیں، آپ
ہیں کہ جس کا ایک کان اہل حرم کے نالہ و فغاں اور العطش
کی آواز سنتا ہے تو دوسرا میدان جنگ سے حسینؑ کی صدا ،
ایک آنکھ خیموں پر اور دوسری حسینؑ کی طرف لگی ہوئی ہے ،

۱؎ یہ روایت موثق معلوم نہیں ہوتی کیونکہ جس قوم نے ایک قطرہ پانی تک نہ دیا ہو وہ لباس کیا دے گی !!!! مترجم
۲؎ نفس المہموم ص ۳۶۱

وہ زینبؑ ہے ، حسینؑ کی خواہر ہے ، زینبؑ کا جسم خیموں میں
لیکن دل حسینؑ کے ساتھ ہے ، حسینؑ کی یاد سے انھیں آرام
ملتا ہے ، کیونکہ امامؑ سے کائنات کو سکون میسر ہے ، امام
حجّت خدا ہے کہ جس کے وجود سے زمین و آسمان اپنی جگہ
ٹھہرے ہوئے ہیں ۱؎

امامؑ دشمن کی خباثت سے آگاہ ہیں اس لئے کہنہ لباس
کی درخواست کی اور اسے بھی جگہ جگہ سے چاک کرتے ہیں تاکہ
اس کی کوئی قیمت نہ رہے ، اس کے اوپر اپنا لباس زیب تن
کیا لیکن مظلوم امامؑ کی لاش پر دشمنوں نے وہ لباس بھی نہ چھوڑا ۲؎

امامؑ کی شہادت

صحراء کربلا میں بہت سے حوادث رونما ہوئے لیکن
روز عاشورا انسانیت و کائنات کا تلخ ترین روز ہے ۔ وہی
حادثہ نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے کہ جس پر زمین و آسمان ،
ملائکہ اور کائنات کے موجودات گریہ کرتے ہیں ، آسمان سے
خون برستا ہے اور زمین سے پھوٹ نکلتا ہے ، آندھیاں چلتی
ہیں ، تاریکی چھا جاتی ہے ، آفاق خون میں ڈوب جاتا ہے ،

۱؎ ریاحین الشریعہ ، ج ۳ ، ص ۸۹ ۔ ۲؎ منتہی الامال ، ص ۴۶۶

لوگ عذاب کا انتظار کرنے لگتے ہیں! پیغمبرؐ اسلام کے انتقال
کے بعد اہل بیت پر ایسی مصیبتیں ٹوٹ پڑتی ہیں کہ امام
حسنؑ کے بقول دنیا نے ایسا دن نہ دیکھا ہوگا۔ لَا یَوْمَ کَیَوْمِكَ
یَا اَبَا عَبْدِ اللهِ ، [۲]

امام حسینؑ کربلا کے تپتے صحراء میں تشنہ لبی اور ایمان
سے سرشار دل کے ساتھ دشمنوں کی فوج کے مقابلہ میں کھڑے
ہوتے ہیں۔

عبداللہ بن عمار یغوث کہتے ہیں: میں نے بے
شمار دشمنوں میں گھرے ہوئے اور بے یار و
مددگار مغلوب امام حسینؑ سے زیادہ مطمئن،
ثابت قدم اور قوی القلب نہیں دیکھا ہے، جب
امامؑ دشمن کے لشکر پر حملہ آور ہوتے تھے تو دشمن
کی فوج بھاگ کھڑی ہوتی تھی اور آپؑ کے
مقابلہ میں ایک آدمی بھی نہیں رہتا تھا۔

عمر بن سعد نے اپنی فوج کو آواز دی یہ علیؑ بن
ابی طالبؑ کا بیٹا ہے یہ عرب کو تہہ تیغ کرنے والے
کا نور نظر ہے اسے محاصرہ میں لے لو اور ہر طرف سے

---

۱ منتہی الامال، ص ، ۷۶ ۲ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۲۱۸ روایت ۴۴

حملہ کردو۔

چار ہزار تیر اندازوں نے آپؑ کو گھیر لیا آپؑ کے
اور خیام کے درمیان حائل ہو گئے۔

سیّدالشہداء نے فرمایا:

«یَا شِیْعَةَ اٰلِ اَبِیْ سُفْیَانَ! اِنْ لَمْ یَکُنْ
لَکُمْ دِیْنٌ، وَکُنْتُمْ لَا تَخَافُوْنَ الْمَعَادَ،
فَکُوْنُوْا اَحْرَارًا فِیْ دُنْیَاکُمْ! وَارْجِعُوْا اِلٰی
اَحْسَابِکُمْ اِنْ کُنْتُمْ عُرُبًا کَمَا تَزْعُمُوْنَ!»

اے آل ابی سفیان کے چاہنے والو! اگر تم
دین دار نہیں ہو اور قیامت سے خوف نہیں
کھاتے ہو تو کم از کم اپنی دنیوی زندگی میں آزاد
ہو اور اگر تم خود کو عرب سمجھتے ہو تو حسب کا
خیال کرو (اور بزدلی سے پرہیز کرو)

شمرلعنہ نے کہا: اے فاطمہؑ کے لخت آپؑ کیا فرماتے ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: میری تم سے جنگ ہے لیکن عورتوں
نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا ہے، جب تک میں زندہ
ہوں اس وقت تک اس باغی لشکر کو حرم کو
لوٹنے سے باز رکھو!...

شمرلعنہ نے کہا: آپؑ کی یہ بات قبول ہے، وہ ساری

فوج آپؑ کی طرف بڑھی شدید جنگ شروع
ہوگئی ، امامؑ پر پیاس کا غلبہ ہوگیا ، اہل بیت
سے رخصت آخر کے لئے خیمہ میں تشریف لائے ،
اہل حرم کو خدا حافظ کہا ، اور میدانِ کارزار
میں لوٹ آئے ، فرماتے تھے ، لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ
اِلَّا بِاللّٰہِ ، خدا کے علاوہ کوئی طاقت وقدرت
نہیں ہے ۔

ابوالحتوف جعفی نے آپؑ کی پیشانئ مبارک پر
ایک تیر مارا ، آپؑ نے تیر کھینچ لیا لیکن پیشانی سے
خون جاری ہوگیا ، آپؑ نے فرمایا : پالنے والے
میرے اوپر جو مظالم یہ تیرے نافرمان بندے
کر رہے ہیں ان سے تو واقف ہے ۔

اللہ ان کے درمیان تفرقہ ڈال دے اور انھیں
ہلاک کردے ، روئے زمین پر ان میں سے
کوئی باقی نہ بچے اور انھیں معاف نہ فرما ۔

... آپ کے بدن پر بے شمار لگنے والے زخموں
کی وجہ سے ضعف شدید پیدا ہوگیا تھا اس لئے
تھوڑے آرام کے لئے کھڑے ہوگئے کہ ایک نابکار
نے آپؑ کی پیشانی پر پتھر مارا کہ جس سے ریش

مبارک سرخ ہوگئی ، آپؑ اپنے لباس سے خون
صاف کرنا چاہتے تھے کہ ایک ظالم نے تین بھال
کا تیر آپ کے قلب پر مارا ۔

فرزند رسولؐ نے فرمایا :

«بِسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ وَ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ
وَ رَفَعَ رَأْسَہٗ اِلَی السَّمَاءِ وَقَالَ: اِلٰھِیْ
اِنَّکَ تَعْلَمُ اَنَّھُمْ یَقْتُلُوْنَ رَجُلًا لَیْسَ
عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ ابْنُ نَبِیٍّ غَیْرُہٗ !»

اللہ کے نام سے ، خود اللہ کے وسیلہ سے ، ملّت و
دین رسولؐ خدا پر ۔ کہ یہ شہادت میرا مقدر بنی
۔ اس کے بعد آپؑ نے آسمان کی طرف رخ کرکے
فرمایا : میرے خدا ! تو جانتا ہے کہ یہ قوم اس کو
قتل کر رہی ہے کہ روئے زمین پر اس کے
علاوہ کوئی فرزند رسولؐ خدا نہیں ہے ! ...
ہاتھ بڑھا کر پشت کی طرف سے تیر نکالا کہ جس
جس سے فوّارہ کی طرح خون بہنے لگا ... امامؑ
نے وہ خون چلّو میں لے کر آسمان کی طرف اچھال
دیا اور فرمایا : یہ مصیبت جو میرے اوپر پڑی
ہے یہ خدا کے سامنے ہونے کی وجہ سے بہت

آسان ہے۔ اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین
پر نہ گرا۔
بہتے ہوئے خون کو دوبارہ چلّو میں لے لیا جب
چلو پُر ہو گئی تو اس خون کو چہرہ پر مل لیا
اور فرمایا: اسی صورت کے ساتھ خدا اور اپنے
جد رسوؐل خدا سے ملاقات کروں گا... خون
کے بہہ جانے کی وجہ سے آپ پر ضعف طاری
ہو گیا تو آپ روئے زمین پر بیٹھ گئے لیکن سر
نہ جھکنے دیا، اسی اثناء میں مالک بن بسر آیا
اور آپؑ کو دشنام دینے لگا، اور تلوار سے
فرقِ اقدس پر حملہ کیا، جس سے ٹوپی خون
سے بھر گئی امامؑ نے اسے اتار کر عمامہ باندھا
بعض لوگوں نے کہا ہے کہ رومال باندھا، کہ
زُرعہ بن شریک نے امامؑ کے بائیں ہاتھ پر
ضرب لگائی اور حصین نے آپؑ کے حلقوم پر
تیر مارا دوسرے نے آپؑ کی گردن پر ضرب
لگائی، سنان بن انس نے شہ رگ پر نیزہ مارا
اس کے بعد آپؑ کے سینہ پر حملہ کیا پھر آپؑ کے
گلے پر تیر لگا، صالح بن وہب نے پہلو میں تیر مارا،

ہلال بن نافعؒ[۱] کہتا ہے کہ میں، حسینؑ کے پاس
ہی کھڑا تھا کہ جب آپؑ کی روح نے ملاءِ اعلیٰ
کی طرف پرواز کی خدا کی قسم میں نے اپنی
پوری عمر میں ایسا مقتول نہیں دیکھا کہ جس کا
پورا پیکر خون میں آلودہ ہو، چونکہ حسینؑ کا
چہرہ نورانی تھا لہٰذا ان کے چہرہ کے نور نے
مجھے ان کے قتل کی فکر سے باز رکھا۔
اس المناک موقعہ پر امامؑ نے آسمان کی طرف
رُخ کیا اور درگاہ خدا میں اس طرح دعا کی
صَبْراً عَلیٰ قَضَائِكَ يَا رَبِّ، لَا اِلٰهَ سِوَاكَ
، يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ "
پالنے والے تیرے فیصلہ پر صابر ہوں،
تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اے پناہ طلب کرنے
والوں کی پناہ۔
حضرت امام محمدؑ باقر سے روایت ہے کہ:
امام حسینؑ کے گھوڑے نے اپنی پیشانی کو خونِ

۱۔ یہ ہلال بن نافع دشمنوں میں سے تھا، امام حسینؑ کے اصحاب میں سے
بھی ایک کا نام ہلال بن نافع تھا۔

حسینؑ میں رنگین کیا سونگھا اور فریاد کی: مجھے
اس قوم سے بچائیے جس نے اپنے رسولؐ کی
بیٹی کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔
اس کے بعد گھوڑا خیام حرم میں پہنچا۔ ام کلثومؑ
نے فریاد کی:
«وامُحَمَّداہُ، وابَتاہُ، واعَلِیّاہُ، وا
جَعفَراہُ واحَمزَتاہُ»
یہ حسینؑ ہے جو کہ صحراء کربلا میں روئے زمین
پر پڑے ہیں [1]

دشمن کی سنگدلی

زینبؑ تاریخ کا المناک ترین سانحہ دیکھ رہی ہیں
بے چین ہو کر فریاد کرتی ہیں،
وااُخاہُ، واسَیِّداہُ، وااَھلَ بَیتاہُ،
لَیتَ السَّماءَ اَطبَقَت عَلَی الاَرضِ؛ وَ
لَیتَ الجِبالَ تَدَکدَکَت عَلَی السَّھلِ۔
اے کاش آسمان زمین پر آجاتا، کاش

---

۱ لمعات الحسین، ص ۲، تا ۷

پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے اور بیابان کو
بھر دیتے۔
بھائی کے پاس آئیں، دیکھا کہ عمر بن سعد اپنی
فوج کے ساتھ امام حسینؑ کے قریب پہنچ گیا ہے
حسینؑ کا وقت آخر ہے۔
«فَصاحَت: اَی عُمَرَ، اَیُقتَلُ اَبُو
عَبدِاللّٰہِ وَاَنتَ تَنظُرُ اِلَیہِ؟»
فریاد کرتی ہیں، اے عمر بن سعد فوج ابو
عبداللہؑ کو قتل کر رہی ہے اور تو دیکھ رہا ہے
عمر سعد (زینبؑ کی فریاد سُن کر) منہ پھیر کر
رونے لگا، زینبؑ نے پھر فریاد کی:
«وَیحَکُم اَمَا فِیکُم مُسلِمٌ؟!»
وائے ہو تم پر کیا تم میں کوئی بھی مسلمان
نہیں ہے؟
کسی نے جواب نہ دیا، عمر سعد نے چیخ کر کہا،
حسینؑ کے سینے سے اتر جاؤ... [1]

---

۱ لمعات الحسین، ص ۷،

انبیاء محو تماشا و ملائک مبہوت
شمرؔ سرشار تمنا و تو سرگرم حضور[1]

دنیا خدا کی تیسری حجت سے خالی ہوگئی، گرد و غبار سے فضا اَٹ گئی، سرخ آندھیاں چلنے لگیں اور اتنا گرد و غبار بلند ہوا کہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتا تھا لوگ عذاب کے منتظر تھے[2]

جاں سوز خبر

... ملک الموت نے آپ کے جد رسولؐ خدا کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر آنسو بہاتے ہوئے آپؑ کی شہادت کی خبر دی اور اس طرح عرض کی اے اللہ کے رسولؐ آپؐ کے دلیر نواسے شہید ہوگئے ہیں، آپؑ کے حرم نرغہ میں ہیں، اے حسینؑ آپؑ کے بعد اہل حرم کو اعداء نے اسیر کیا اور ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

یہ خبر سن کر رسولؐ خدا مضطرب و پریشان ہوئے اور آپؑ کی مصیبت پر رونے لگے، فرشتوں نے

۱ آتش کدۂ نیر، ص ۱۲۲ ۲ منتہی الامال، ص ۷۴۶

انھیں تعزیت پیش کی اور آپؑ کی والدہ حضرت فاطمہؑ نے آپؑ کی مصیبت پر گریہ کیا ملائکہ مقربین آپؑ کے والد امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر تعزیت پیش کر رہے تھے، آپؑ کے غم میں اعلیٰ علیین میں مجلس غم برپا ہوئی، حوروں نے آنسو بہائے، آسمان والوں، جنت اور اس کے نگہبانوں، پہاڑوں، دریاؤں، مچھلیوں، خانۂ کعبہ، مقام ابراہیمؑ، اور حلّ و حرم نے آپؑ پر گریہ کیا ...[1]

سانحہ کے بعد

حضرت ابو عبد اللہ الحسینؑ کی جانسوز شہادت کے بعد بچوں اور بیبیوں کی حفاظت اور تدبیر امور کے سلسلہ میں زینب کی ذمہ داریاں بڑھ گئی تھیں، جو دردناک لمحے، گھنٹے اور دن خاندان نبوت پر گزرے ہیں انھیں بیان نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ان بے شمار غموں، مصیبتوں اور رنجوں کو زینبؑ کو برداشت کرنا ہے تاکہ اس باعظمت کارواں کو منزل مقصود

۱ بحار الانوار، ج ۱۰۱، ص ۳۲۳

تک پہنچا سکیں۔

ظہر عاشور کے بعد سے ناگوار حوادث اور لحہ بہ لحہ نئی نئی مصیبتوں کا نزول شروع ہوا چونکہ کشتئ اہلبیت سخت طوفان میں گھر گئی تھی اور امام حسینؑ کے تسلیم نہ ہونے پر دشمن کھسیا گیا تھا اس لئے وہ کسی بھی قسم کے مظالم سے دریغ نہیں کر رہا تھا، اور وحشیانہ حرکتوں کا ارتکاب کر رہا تھا۔

آتش زنی

«تَسَابَقَ الْقَوْمُ عَلیٰ نَهْبِ بُيُوتِ آلِ الرَّسُولِ وَقُرَّةِ عَيْنِ الزَّهْرَاءِ الْبَتُولِ ....»

اہلبیت نبوت فاطمہؑ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے خیموں کو غارت کرنے اور لوٹنے کے لئے چاروں طرف سے فوج بڑھی، اس سلسلہ میں ایک دوسرے پر سبقت کرتا تھا۔

خواتین کے سروں سے چادریں چھین رہے تھے رسول زادیاں رو رہی تھیں اور اپنے عزیزوں کی جدائی پر آنسو بہا رہی تھیں۔

راوی کہتا ہے: فوج یزید نے اہل حرم کو خیموں سے باہر نکال دیا اور ان میں آگ لگا دی، عورتیں سر و پا برہنہ

خیموں سے نکلیں تو دشمنوں نے انھیں اسیر بنا لیا[۱]

ہاں ان اسیروں اور عزیزوں کا غم اٹھانے والوں کی داستان ایسی غم انگیز ہے کہ جو پتھر کے دلوں کو پانی کر دیتی ہے اور انسان کو رونے پر مجبور کر دیتی ہے۔

کہاں ہیں اہلبیت کی حمایت کرنے والے؟ خاندانِ رسولؐ سے دفاع کرنے والے کہاں ہیں؟ حسینؑ کے مددگار کہاں ہیں؟ عباسؑ کہاں ہیں؟ علیؑ اکبر کہاں ہیں؟ حسینؑ کہاں ہیں کہ رسولؐ و فاطمہؑ اور علیؑ مرتضیٰ کی اولاد کو ظالموں سے نجات دلائیں؟!...

عزیزوں کی لاش پر

روانگی کے وقت اہلبیت نے دشمنوں کو قسم دی کہ انھیں لاش حسینؑ کے پاس سے گزارا جائے، شاید عزیزوں کی لاشوں کے دیکھنے سے ان کے دل کے زخم کچھ مندمل ہو جائیں ان کے عقدۂ دل کھل جائیں اور اپنے عزیزوں کو داستانِ غم ہجران بیان کریں تاکہ ان کے غموں کا بار ہلکا ہو جائے اور ان کے دلوں کو کچھ سکون مل جائے۔

---

۱ نفس المہموم ص ۳۰۵ ـ ۳۰۶، بحار الانوار ج ۴۵ ص ۵۸

جب ان کی نگاہ ان کے عزیزوں کی خون آلود اور
پارہ پارہ لاشوں پر پڑی تو بے تاب ہوگئے، ان کے غم تازہ
ہوگئے کلیجے منہ کو آگئے، آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب جاری
ہوگیا اور ہر طرف سے نالہ و بکا کی آواز بلند ہوگئی۔

اہلِ بیتؑ کا اپنے عزیزوں کی لاشوں کو دیکھنے کا منظر
اتنا غم انگیز اور رقت بار تھا کہ جس نے دوست و دشمن کو
رونے پر مجبور کر دیا تھا۔[1]

یہ اوّلین مجلس تھی جو کہ مقتل میں لاش حسینؑ کے پاس
برپا ہوئی، تاریخ میں ایسی سوز و گداز کی مجلس قائم
نہیں ہوئی ہے۔

زینبؑ کے نالوں سے کلیجہ منہ کو آتا ہے، جاں گسل
فغائیں ہیں، زینبؑ اپنے بھائی کی خون آلود اور پامال
لاش پر آتی ہیں، مدینہ کی طرف رخ کرتی ہیں، اپنے نانا
اور بزرگوں کو پکارتی ہیں، آہ بھرتی ہیں، کتاب دل کی
ورق گردانی کرتی ہیں لیکن احساس و جذبات کے باوجود
اپنی پیغام رسانی کی ذمہ داری کو فراموش نہیں کرتی ہیں
اپنا اور اپنے با فخر و سرفراز خاندان، رسولؐ، علیؑ، فاطمہؑ اور

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۵۸ و ۵۹

حضرت حمزہ کا تعارف کراتی ہیں اور دنیا والوں کو یہ
بات سمجھاتی ہیں کہ ایسا خاندان ہرگز ذلت قبول نہیں کرتا
ہے۔ اس عظیم خاتون کے جانگداز نالوں اور بیان کو دشمن
کے سرکاری مورخ و واقعہ نگار مسلم بن حمید کی زبان سے سنیئے

خدا کی قسم مجھے یہ بات اچھی طرح یاد ہے کہ
علیؑ کی بیٹی گریہ کر رہی تھیں اور دل حزیں
سے کہہ رہی تھیں:

اے محمدؐ آسمان کے فرشتے آپؐ پر درود بھیجتے
ہیں اور یہ خون آلود و پارہ پارہ آپؐ کے
حسینؑ کی لاش ہے جس کے اعضاء بکھر گئے ہیں
آپؐ کی بیٹیاں اسیر کرلی گئی ہیں میں خدا، محمدؐ
مصطفیٰ، علیؑ مرتضیٰ، فاطمہؑ زہرا اور حضرت
حمزہ سے شکایت کروں گی، اے محمدؐ! یہ
حسینؑ ہیں جو اس دشت میں پڑے ہیں،
جس کی لاش پر ہوا گرد و غبار ڈال رہی ہے
جس کو زنا زادوں نے قتل کر دیا ہے، ہائے
افسوس! آج ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میرے
جد رسولؐ نے وفات پائی ہو! اے اصحابِ رسولؐ
یہ سب آلِ رسولؐ ہیں کہ جنہیں اسیر کر کے لے جارہے ہیں،

راوی کہتا ہے کہ اپنے عزیزوں کی لاشوں پر سب
اس طرح نالہ کر رہے تھے اور ایسے درد دل بیان کر رہے
تھے کہ جس سے دوست و دشمن سب رو رہے تھے۔[1]

امام زین العابدینؑ کی حفاظت

امامؑ، یعنی روئے زمین پر خدا کا خلیفہ، سارے
موجودات کی حیات اور پوری کائنات کا سکون وجود امامؑ
سے برقرار ہے، زینبؑ کہ جس نے خاندان امامت میں پرورش
پائی ہے، جنہوں نے مکتب علیؑ میں تربیت پائی ہے وہ
امامت کی بلندی اور اس منصب کی عظمت سے بخوبی
واقف ہیں اور اس منزلت و قدر کو پہچانتی ہیں امامؑ کے
بارے میں اپنے فرائض سے کما حقہ باخبر ہیں ان باتوں پر
تاریخ بہترین گواہ ہے۔

آپؑ اپنے والد حضرت علیؑ کی حیات میں، قطع نظر اس
سے کہ آپؑ علیؑ کی بیٹی ہیں، باپ کے احکام و دستور پر
عمل کرنا اپنا فریضہ سمجھتی تھیں، امام حسنؑ کے زمانہ میں بھی
زینبؑ کی یہی روش تھی، تاریخ کربلا میں تو زینبؑ نے جو

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۵۸ و ۵۹، نفس المہموم ص ۳۷۶ و ۳۷۷

اپنے بھائی حسینؑ کی اطاعت کی ہے وہ واضح ہے، آپؑ
حسینؑ کو اپنی جان کی برابر جانتی تھیں۔

اب منصب امامت بھائی کی یادگار امام زین العابدینؑ
کو ملا ہے اور زینبؑ چونکہ بچوں اور حرم حسینی کی سرپرست
ہیں اور موقع پر حیرت انگیز تدبیر وانتظام کیا ہے، حضرت
سجاد آپؑ کے امامؑ ہیں، زینبؑ امام کی اجازت کے بغیر کوئی
کام انجام نہیں دیتی ہیں، آپؑ کی ذمہ داری اب پہلے
سے زیادہ سنگین ہے، اب زینبؑ امامؑ کی حفاظت کی بھی
ذمہ دار ہیں، آپؑ کے لئے اس سے زیادہ اہم کوئی امر نہیں
ہے، اس بنا پر تاریخ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ امامؑ
زین العابدینؑ کو موت سے نجات دلانے میں زینبؑ کبریٰ نے
کم از کم تین موقعوں پر جانفشانی کی ہے۔

مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کرو

کربلا کے خونی قیام و شہادت کے حوادث کا اوّلین
مرحلہ امام حسینؑ کی شہادت پر ختم ہوگیا، اب کربلا کے خشک
و خونی صحراء میں اصحاب امام حسینؑ اور پیغمبرؐ کے خاندان
والوں کے بدن ٹکڑے ٹکڑے ہیں، خیموں میں آگ لگا دی
گئی ہے، جو کہ جل چکے ہیں، غم زدہ اور شکستہ دل عورتوں

اور بچّوں کو خدا کے علاوہ کسی سے کوئی توقع نہیں ہے کچھ سہارا ہے تو امام زین العابدینؑ۔

اس موقع پر جیسا کہ امام حسینؑ کی دختر جناب فاطمہؑ صغریٰ فرماتی ہیں امام زین العابدینؑ میں بھوک پیاس اور بیماری کی شدت سے بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں تھی، ہم ان پر روتے تھے اور وہ ہمیں دیکھ کر گریہ کرتے تھے[1] شمر اپنی پیادہ فوج کے ساتھ آیا اور چاہا کہ امام زین العابدینؑ کو شہید کر دے کہ زینبؑ نے بڑھ کر کہا: یہ میرے دم کے ساتھ زندہ ہے پہلے مجھے قتل کرو اس کے بعد انھیں قتل کرنا، عزمِ زینبؑ کو دیکھ کر شمر کو اپنا ارادہ بدلنا پڑا[2]

زینبؑ کی اس روش سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ زینبؑ صرف امامؑ کی جان کی حفاظت ہی میں کوشاں نہیں تھیں بلکہ خود کو امامؑ پر فدا کرنا چاہتی تھیں۔

کیا زینبؑ کا یہ شجاعانہ و عالمانہ اقدام ان کا اتباع کرنے والوں کے لئے بہترین درس نہیں ہے؟ کیا آدمی کو اپنے ولایت و امامت ایسے بہترین اقدار پر خود کو قربان نہیں کر دینا چاہئے؟ کیا راہ خدا میں رنج اٹھانے والوں، جانبازوں

---

۱. بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۶۱، ۲. نفس المهموم، ص ۳۷۹

اور ایثار گروں کو حضرت زینبؑ کو نمونہ قرار نہیں دینا چاہئے؟ سچ بتائیے کہ کیا ان مرد و عورتوں کے لئے ان مناظر میں غور کرنا کافی نہیں ہے جو کہ کربلا اور حضرت سیدالشہداء سے سبق حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ زینبؑ کی جاودانی کا راز یہی فدا کاری اور ایثار پروری ہے ہم پیروانِ زینبؑ کو راہ خدا و ولایت و امامت میں ان ہی کی طرح ہر قسم کی مشقت برداشت کرنے کے لئے خود کو تیار کرنا چاہئے تاکہ تاریخ میں ہمیشہ سر بلند رہیں۔

امام زین العابدینؑ کی تیمارداری

جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد زینبؑ کبریٰ کی اہم ذمہ داری امام زین العابدینؑ کی حفاظت تھی اگرچہ زینبؑ ایسی منزل سے گزر رہی ہیں جہاں تسکین اور روحی آرام کی ضرورت ہے، لیکن دوسری طرف حرم کی عورتوں اور بچّوں کی نگہبان ہیں، اہل بیتؑ میں بزرگ شمار ہوتی ہیں، اس لئے اپنے عظیم فریضہ سے غافل نہیں ہیں اور اس کو بہترین طریقہ سے انجام دے رہی ہیں، آپ اسی طرح وجود امامؑ کے گرد پھرتی ہیں جیسے پروانہ شمع کا طواف کرتا ہے، شدید بیماری کی حالت میں امامؑ کی تیمارداری کرتی

ہیں، شہیدوں کی لاشوں کے پاس رہ کر اس تیمارداری
کے جلوہ کو شہید مطہری کی زبان سے سنیئے۔

عصر عاشور سے زینبؑ جلوہ گر ہوتی ہیں، اس کے بعد
کی منزلیں آپؑ ہی کے دوش پر تھیں، وہ قافلہ سالار ہیں
، چونکہ اہلبیت میں مردوں میں صرف سیّد سجّاد ہیں جو کہ
اب بیمار ہیں انھیں خود تیماردار کی ضرورت ہے، ابن زیاد
کا حکم ہے کہ اولاد حسینؑ میں مردوں میں سے کوئی باقی نہ رہے
امام زین العابدینؑ کو شہید کرنے کے لئے کئی بار حملہ کیا گیا ہے
لیکن اس کے بعد انہوں نے اپنے دل میں کہا "اِنَّهُ لِمَابِهِ"
یہ خود ہی مرنے کے قریب ہے اس حکمت سے خدانے امام
زین العابدینؑ کو زندہ رکھا اور اس طرح امام حسینؑ کی نسل
باقی رہی، جناب زینبؑ کا ایک کام امام زین العابدینؑ کی
تیمارداری ہے۔

گیارہویں محرم کو عصر کے وقت اسیروں کو اونٹوں کی
ننگی پیٹھ پر سوار کیا گیا تاکہ انھیں کسی طرح کا آرام میسّر نہ
آسکے اس کے بعد اہلبیت نے ایک درخواست کی جو کہ
قبول کرلی گئی اور وہ یہ تھی: «قُلْنَ بِحَقِّ اللهِ اِلَّا مَامَرَرْتُمْ
بِنَا عَلٰی مَصْرَعِ الْحُسَیْنِ» تمہیں خدا کا واسطہ، تم ہمیں
یہاں سے لے جارہے ہو، ہمیں مقتل امام حسینؑ کی طرف سے

لے چلو تاکہ ہم آخری بار اپنے عزیزوں کو خدا حافظ کہہ لیں
ان ہی اسیروں میں امام زین العابدینؑ بھی تھے کہ بیمار
ہونے کی وجہ سے آپؑ کے پائے مبارک کو مرکب کے پیٹ سے
باندھ دیا گیا تھا، دوسرے اسیروں کو نہیں باندھا گیا تھا،
جب قافلہ قتل گاہ میں پہنچا تو سواریوں نے بے اختیار خود
کو زمین پر گرادیا، زینبؑ لاشِ امام حسینؑ کے پاس پہنچیں
اور بھائی کو اس حالت میں پایا کہ جس میں ابھی تک نہیں
دیکھا تھا ایک بدن ہے جس پر سر نہیں ہے، لباس بھی نہیں
ہے اس بدن سے لپٹ جاتی ہیں اور فرماتی ہیں «بِاَبِیْ
الْمَهْمُوْمِ حَتّٰی قَضٰی، بِاَبِیْ الْعَطْشَانِ حَتّٰی مَضٰی»
اس دل سوز انداز میں زینبؑ نے گریہ و نالہ کیا کہ جس
سے دوست و دشمن سب رونے لگے، عزاداریٔ امام حسینؑ
کی سب سے پہلی مجلس زینبؑ نے برپا کی، اس کے باوجود
زینبؑ اپنے فرائض سے غافل نہیں ہیں، زین العابدینؑ کی
تیمارداری آپؑ کے ذمہ ہے، جب امام زین العابدینؑ پر
آپؑ کی نظر پڑی تو دیکھا کہ ان کی حالت غیر ہے، فوراً ابو
عبداللہ الحسینؑ کی لاش سے جدا ہوئیں امام زین العابدینؑ
کے پاس آئیں اور فرمایا: بھتیجے! میں آپؑ کو اس حالت
میں کیوں دیکھ رہی ہوں کہ طائر روح قفس عنصری سے

پرواز کے لئے تیار ہے ؟ پھوپھی جان ! میں اپنے عزیزوں
کی لاشوں کو دیکھ کر کیوں کر بے تاب نہ ہوں ؟ اس موقع پر
زینبؑ امام زین العابدینؑ کو تسلیت و تعزیت دینا شروع
کرتی ہیں۔ ۱

اگرچہ قلبِ امامؑ عظمت و بزرگی میں تمام کائنات
کے برابر ہے، کتنی بھی مصیبتیں ہوں امامؑ کی عظمت روح
کے مقابلہ میں، ہیچ ہیں، اگرچہ علم موہوبی کے ذریعہ معصومؑ
امامؑ آنے والے حوادث کو اچھی طرح جانتا ہے لیکن معصومؑ
امامؑ کی شہادت خود امامؑ کے اندازہ کے مطابق عظیم ہے،
حجت خدا کا زمین پر۔ بے غسل و کفن اور بے سر کے گر پڑنا۔
ایسی مصیبت ہے کہ جس کی عظمت کا اندازہ صرف امام
زین العابدینؑ ہی لگا سکتے ہیں، کیونکہ امامؑ کی حقیقی عظمت کو
امامؑ ہی سمجھ سکتا ہے اور یہ مقتل کا جانکاہ منظر، لاشِ حسینؑ
آپؑ کو بے تاب کر رہی ہے، آپؑ کو اسی وقت جناب زینبؑ
کا بھی جواب دینا ہے چنانچہ فرماتے ہیں :

میں کیوں کر بے تاب نہ ہوں جبکہ میں امام
بابا حسینؑ بھائیوں، چچاؤں اور اپنے چچا زاد

---

۱ حماسۂ حسینی ج ۱ ص ۳۳۲ و ۳۳۴

بھائیوں کو خون آلودہ زمین پڑا ہوا دیکھ
رہا ہوں، انھیں نہ کسی نے کفن دیا ہے نہ دفن
کیا ہے گویہ یہ مسلمان نہیں ہیں ۱

زینبؑ کی باتوں سے امامؑ کو سکون

امّ ایمن ایک باعظمت عورت ہیں جو کہ بظاہر حضرت
خدیجہؑ کی کنیز تھیں بعد میں آزاد ہو گئی تھیں اور پھر رسولؐ
کے گھر میں رہیں رسولؐ آپ کا بہت احترام کرتے تھے آپ بھی
رسولؐ اکرم سے حدیث نقل کرتی ہیں، یہ بوڑھی عورت
سالہا سال آنحضرتؐ کے گھر میں رہیں انہوں نے حضرت
زینبؑ کے سامنے ایک حدیث نقل کی تھی لیکن چونکہ یہ حدیث
اس خاندان کے مستقبل سے متعلق تھی اس لئے حضرت زینبؑ
نے ایک روز امّ ایمن کی بیان کردہ حدیث سے سو فیصد طریقہ
سے مطمئن ہونے کی خاطر حضرت علیؑ کی زندگی کے آخری دنوں
میں سے ایک روز علیؑ سے عرض کی بابا : ایک روز میں نے
امّ ایمن سے ایک حدیث سنی تھی، ایک مرتبہ میں آپؑ کی
زبان سے سننا چاہتی ہوں کیا یہی حقیقت ہے ؟ زینبؑ نے

---

۱ دمع السجوم، ص ۲۱۰

پوری حدیث بیان کی، حضرت علیؑ نے فرمایا: امّ ایمن نے صحیح کہا ہے، بالکل ایسا ہی ہوگا۔

اسی حدیث کو جناب زینبؑ کربلا کے میدان میں، شہیدوں کی لاشوں کے درمیان امام زین العابدینؑ سے بیان کرتی ہیں، اس حدیث میں بیان ہوا ہے اس سانحہ کا ایک فلسفہ ہے ایسا نہ ہو کہ ان حالات میں یہ خیال کرو کہ حسینؑ شہید ہوگئے ہیں اور قضیہ ختم ہوگیا ہے، بھتیجہ ہمارے جد سے اس طرح روایت منقول ہے کہ حسینؑ اسی جگہ کہ جہاں ان کے بدن کو آپؑ دیکھ رہے ہیں بغیر کفن کے دفن ہوں گے اور یہیں حسینؑ کی قبر کا طواف ہوگا۔

مستقبل میں یہاں مخلصین کا کعبۂ طواف ہوگا، زینبؑ امام زین العابدینؑ کے سامنے روایت بیان کرتی ہیں [1]۔

جناب زینبؑ کی پیشین گوئی، جو کہ آپؑ کے جد سے منقول تھی، پوری ہوئی، مرقد امام حسینؑ آج تک خدا اور اس کی راہ میں جہاد سے عشق رکھنے والے، مومنین، حریت پسند اور عدالت خواہ لوگوں کا مطاف رہا ہے اور وہ کعبۂ حسینی سے صحیح زندگی بسر کرنے کے لئے الہام حاصل کرتے ہیں۔

۱۔ حماسۂ حسینی، ج ۱، ص ۳۳۴ - ۳۳۵

۴
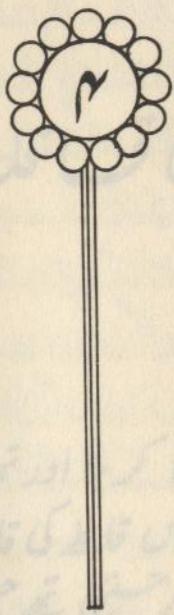
پیغام رساں قافلہ کے ہمراہ

○ سوئے کوفہ ○ منبر پر ○ قصرِ ابن زیاد میں ○ مکتب زینبؑ سے

○ خطبہ ○ زینبؑ اور دوسرا پیغام

چوتھی فصل

پیغام رساں قافلہ کے ہمراہ

اس کے بعد تاریخ کربلا اور تحریک زینبؑ میں ایک نیا باب کھلتا ہے زینبؑ اس قافلے کی قافلہ سالار اور بزرگ ہیں کہ جس کے قافلہ سالار حسینؑ تھے جس کے حامی عبّاسؑ، علی اکبرؑ... بنی ہاشم اور امام حسینؑ کے باوفا اصحاب تھے، وہ غیور مرد جن پر اہل بیتؑ حرم اور بچّوں کو ناز تھا جن کے وجود سے اہل بیتؑ کو سکون تھا۔

ایسی حمایت و نگہبانی تھی کہ سید الشہداء کی حیات کے آخری لمحات تک دشمن خیموں کے پاس تک نہ پھٹک سکا، جنگ کے دوران ابو عبداللہ الحسینؑ کی، لَاحَولَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ، کی آواز سے ان کی ڈھارس بندھی ہوئی تھی حسینؑ اس طرح انھیں تسلّی دے رہے تھے۔

بہترین عزیزوں کی شہادت اور خیموں کی تاراجی
کے بعد دشمن کی اذیت و آزار کو برداشت کرنا ہے شہیدوں
کے خون میں ڈوبے ہوئے پامال لاشوں کا نظارہ کرنا ہے ،
ان داغ دیدہ لوگوں کا قافلہ رہتی دنیا تک چلتا رہے گا
اور اس کی فریاد ابدیت کی بلندی تک پہنچے گی ، یہ اس الٰہی
انقلاب کے پیغام رساں ہیں کہ جس کی قیمت بہترین خلائق
کے خون «ثار اللہ» سے ادا کی گئی ہے ۔ امام زین العابدینؑ
کے بعد اس قافلہ کی بزرگ خاندانِ پیغمبرؐ سے ایک عورت
ہے کہ جس کے عزم و استقلال کے سامنے پہاڑ پشیمان ، جس
کے صبر پر ملائکہ حیرت زدہ ہیں ، یہ علیؑ کی بیٹی ہے ، فاطمہؑ
کی لختِ جگر ہے ۔ بنی امیہ کے ظلم کے قصروں کی بنیاد ہلانے
والی ہے ، ان کو پشیمان و سرنگوں کرنے والی ہے ۔

یہ زینبؑ ہے جو اپنے امامؑ کے حکم سے اولادِ فاطمہؑ کے
قافلہ کی سرپرستی کرتی ہیں ، بڑی مصیبتیں اٹھانے کے بعد
امام حسینؑ اور ان کے فداکار اصحاب کے خونی پیغام کو لوگوں
تک پہنچاتی ہیں ۔

اب یہ غم زدہ بچوں اور عورتوں کا قافلہ ، جس کے
عزیز مارے جاچکے ہیں زینبؑ کی قافلہ سالاری میں اپنے
باشکوہ تاریخی سفر کا آغاز کررہا ہے ۔

سوئے کوفہ

گیارہ محرم ۶۱ھ کو اہل بیت کے اسیروں کا قافلہ
کربلا سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا ، اہل بیت کے امور کی باگ
ڈور امام زین العابدینؑ کے ہاتھ میں ہے کیونکہ آپؑ امامؑ ہیں
اور آپؑ کی اطاعت سب پر واجب ہے ، قافلہ سالار زینبؑ
کبریٰ ہیں ، جو امام زین العابدینؑ کی قریب ترین ہیں اور
عورتوں میں سب سے بزرگ ہیں ۔

ظاہر ہے کہ ان عورتوں اور بچّوں کو سنبھالنا آسان
کام نہیں ہے کہ جنھوں نے عاشور کے دن رنج و مشقّت اور
غم برداشت کئے تھے ، دل خراش واقعات اپنی آنکھوں سے
دیکھے تھے اپنے عزیزوں کے داغ اٹھائے تھے اور اب وہ
بے رحم دشمنوں کے محاصرہ میں ہیں اونٹ کی ننگی پیٹھ پر سوار
کافر قیدیوں کی طرح لے جایا جارہا ہے ۔

عورتوں کے احساس و جذبات کا بھی خیال رکھنا ہے اور اسی
صورت حال میں امام زین العابدین کی جان کی حفاظت بھی کرنا
ہے جو کہ قافلہ میں زینب کی سب سے بڑی اور اہم ذمہ داری
ہے پیغام کا بار آپؑ پر زیادہ ہے ، لیکن زینبؑ کے حوصلہ میں
اس سے زیادہ مقاومت ہے کہ وہ بڑی مشکلوں اور مصائب
کے وحشتناک طوفانوں سے گھبرائیں آپؑ اس سے بخوبی عہدہ

برآ ہوتی ہیں جو کہ ان کے دوش پر ذمہ داری تھی، اس
عظیم قافلہ کی تدبیر و محبت اور بے امان مجاہدہ کے ساتھ سرپرستی
کرتی ہیں اور منزل تک پہنچا دیتی ہیں۔

کوفہ اور اہل کوفہ

یہ کاروان اہل بیت کے عزیزوں کے سر بلند کئے ہوئے
کوفہ پہنچا کاروان کے راستے تماش بینوں سے پُر تھے، کوفہ
ایک زمانہ میں امیرالمومنینؑ کا دارالخلافت تھا اور شیعوں کا
ایک مرکز بھی اس لئے مکمل طور پر ابن زیاد کی فوج کے محاصرہ
میں تھا۔[1]

کوفہ کے لوگ ہرجائی اور بے وفائی میں مشہور تھے، ان
کی اس پست خصلت کو امیرالمومنین اور امام حسنؑ کی حکومت کے
دوران اچھی طرح مشاہدہ کیا جا چکا ہے اور اب امام حسینؑ کے
ساتھ بھی انہوں نے اپنی اسی بزدلی اور بے وفائی کا سلوک
کیا ہے امام حسینؑ کے نمائندہ مسلم بن عقیلؑ کی حمایت سے دست
بردار ہو گئے ہیں، آل رسولؐ کے مقابلہ میں صف آرا ہو گئے اور
سانحہ کربلا کو وجود میں لے آئے۔

---

۱ منتہی الامال، ص ۴۸۳

کوفہ کے لوگ وہی ہیں کہ جن کے بارے میں فرزدق نے
امام حسینؑ کے سوال کے جواب میں یہ کہا تھا: کوفہ کے لوگوں کے
دل آپؑ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں آپ کے خلاف
(آپ کے دشمنوں کے ساتھ) ہیں![1]

بعض مورخین کے بقول یہ وہ لوگ ہیں جو بہت جلد
غصہ میں آجاتے ہیں اور بہت جلد ان کا غصہ ٹھنڈا پڑ جاتا
ہے، ایک بات سن کر چراغ پا ہو جاتے ہیں اور ایک حالت
دیکھ کر رونے لگتے ہیں، امام حسینؑ کے نمائندہ کا انہوں نے
پُرتپاک طریقہ سے استقبال کیا تھا اور پھر خود بزدلی سے انہیں
ابن زیاد کے حوالے کر دیا۔ خود اپنے گھروں میں آسودہ خاطر
ہو کر بیٹھ رہے دروازے بند کر لئے اس بے حمیتی کی وجہ سے
ابن زیاد نے امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کو شہید کر دیا
اور اب ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر شہر شہر
پھرایا جا رہا ہے۔[2]

اہل کوفہ نے اپنی عقلمندی اور بے وفائی کا نتیجہ دیکھ
لیا کہ حسینؑ کے بچے، حرم، اولاد علیؑ اور پیغمبرؐ کی نواسیوں
کو کافر قیدیوں کی طریقہ سے فوجِ ابن زیاد کوفہ میں لائی ہے۔

---

۱ سخنان حسینؑ بن علی از مدینہ تا کربلا، ص ۸۰ ۲ زندگانی علیؑ بن الحسینؑ
ص ۵۸، مؤلف ڈاکٹر سید جعفر شہیدی

حضرت علیؑ خلیفۂ رسولؐ امیر مسلمین اسی شہر کوفہ میں پانچ سال
حکومت کرکے شہید ہوگئے اس سانحہ کو بیس سال بھی نہیں
ہوئے ہیں تیس سال کی عمر والی عورتوں نے اس زمانہ
میں حضرت زینبؑ کی حضرت علیؑ اور ان کے شوہر کی نظروں
میں عظمت و حرمت دیکھی تھی، اس منظر کے دیکھنے سے ماضی
کی یاد زندہ ہوگئی اور کوچہ و بازار سے شور وشین کی آواز
بلند ہونے لگی، عورتوں کو روتا دیکھ کر بچے رونے لگے اور
بچوں کو بلکتا دیکھ کر بڑوں کے دل پگھل گئے، یکبارگی چاروں
طرف سے آہ و فغاں کی آوازیں آنے لگیں یہ ہیجان صرف دختر
علیؑ حضرت زینبؑ نے اپنے خطبہ سے پیدا کیا تھا۔[1]

فرازِ منبر پر

امام زین العابدینؑ نے، جو کہ اس زمانہ میں شدید
بیماری کی وجہ سے نحیف و لاغر تھے، جب لوگوں کے گریہ و
شیون کو دیکھا تو آہستہ سے فرمایا: کیا یہ لوگ ہمارے اوپر
گریہ کر رہے ہیں؟ ہمیں کس نے شہید کیا ہے؟![2]
حضرت زینبؑ نے ہاتھ سے اشارہ کرکے سب کو خاموش

۱۔ قیامِ حسینیؑ، ص ۱۸۱ ۲۔ بحار الانوار ج ۴۵، ص ۱۰۸ و نفس المہموم ص ۲۱۵

کردیا، شور وغل اور شور وشین کی جگہ سناٹا چھا گیا، یہاں
تک کہ اونٹوں کی گھنٹیوں کی آواز بھی بند ہوگئی صرف سانس
کی آواز تھی اور بس۔[1]
حضرت زینبؑ نے خطبہ شروع کیا اور کوفیوں کو سرزنش
کرتے ہوئے ان کے خفتہ ضمیروں کو بیدار کیا، کوفہ والوں
کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ انہوں
نے اہل بیت پیغمبرؐ کے حق میں کتنا بڑا ظلم کیا ہے اور اس سے
کیسی رسوائی وجود میں آئی ہے جو کہ ختم ہونے والی نہیں ہے۔
زینبؑ اس انداز میں خطبہ دے رہی تھیں کہ جیسے علیؑ
خطبہ دے رہے ہوں راوی کہتا ہے: میں نے ایسی باحیا و
عفت عورت اس شجاعت و عظمت کے ساتھ خطبہ دیتے ہوئے
نہیں دیکھا ہے۔[2] شہید مطہریؒ فرماتے ہیں شجاعتِ علیؑ عورت
کی حیاء کے ساتھ مخلوط ہوگئی تھی۔[3]
زینبؑ نے جاہ و عفت کے ساتھ، حمد و ثناء خدا اور رسولؐ
و آلؑ رسولؐ پر درود و سلام کے بعد اس طرح اپنے خطبہ کا
آغاز کیا:
«یَا اَهْلَ الْكُوفَةِ يَا اَهْلَ الْخَتَلِ وَالْغَدَرِ

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵، ص ۱۰۸ ۲۔ بحار الانوار ج ۴۵، ص ۱۰۸ ۳۔ حماسۂ حسینی جلد ۱ صفحہ ۳۴۶

والخذل ...۱ »

کوفہ والو ! اے مکّار و خیانت کار لوگو !
خدا کرے تمہاری آنکھوں سے بھی آنسوؤں
کا سیلاب نہ رُکے، تمہارے سینوں سے کبھی
نالوں کا سلسلہ ختم نہ ہو، تم اس عورت کی
طرح ہو جس نے اپنا سارا سُوت کات کر ٹکڑے
ٹکڑے کر ڈالا ہو، نہ تمہارے عہد و پیمان کی
کوئی قدر و قیمت ہے نہ تمہاری قسم کا کوئی اعتبار
ہے، یہ تو صرف لاف گزاف اور خود ستائی ہے
چھوٹی کنیزوں کی طرح چاپلوسی اور اندر
دشمنی ہے اس کے سوا تمہارے پاس اور کیا
ہے؟ تمہاری مثال مزبلہ پر اُگی ہوئی گھاس
کی ہے تمہاری مثال اس ریت کی ہے جس
سے قبر کو بند کرتے ہیں، اس دنیا۔ آخرت۔
کے لئے تم نے کتنا بُرا توشہ فراہم کیا ہے، غضبِ
خدا اور عذاب جہنم! اب روتے ہو؟ قسم خدا
کی تمہیں گریہ ہی کرنا چاہیئے کہ تم اسی لائق

---

۱ ۔ بحار الانوار، ج ۴۵ ، ص ۱۰۹ و نیز الاحتجاج، ج ۲ ، ص ۱۱۰ ۔ ۱۱۲

ہو ہنسو کم روؤ زیادہ! جو ننگ و عار تم نے
اپنے لئے خریدا ہے اس پر کیوں نہیں روؤ گے
؟ جو داغ تمہارے دامن پر لگ گیا ہے وہ
ہرگز نہیں چھوٹے گا، فرزند رسولؐ اور جوانان
جنت کے سردار کو قتل کرنے سے بڑھ کر اور کیا
ننگ و عار ہوگا؟ تم نے اس شخص کو قتل
کر دیا ہے جو تمہارے لئے مشعل راہ اور تاریکی
میں تمہارا مددگار تھا! شرمندگی سے سروں کو
جھکا لو تم نے یکبارگی اپنے گزشتہ کارناموں
کو گنوا دیا اور مستقبل کے لئے کوئی نیکی فراہم نہ
کی! اب تم ذلّت و رسوائی کی زندگی بسر کرو
کہ تم نے اپنے لئے غضبِ خدا خریدا ہے! تم
نے ایسا کام کیا ہے کہ قریب ہے کہ آسمان زمین پر
گر پڑے اور زمین شگافتہ اور پہاڑ ریزہ ریزہ
ہو جائیں، جانتے ہو تم نے کس کا خون بہایا ہے؟ معلوم
ہے یہ تم کوچہ و بازار میں کس کی عورتوں اور
بیٹیوں کو لائے ہو؟ کیا تم جانتے ہو کہ تم نے رسولؐ کے
جگر کو چاک کیا ہے؟ کتنا بُرا اور احمقانہ کام ہے کہ جس
کی برائی و زشتی ساری دنیا میں پھیل گئی ہے، تمہیں

اس بات پر تعجب ہے کہ آسمان سے زمین پر خون برس رہا ہے، لیکن یہ جان لو کہ قیامت کا عذاب اس سے کہیں سخت ہوگا، اگر تمہارے کئے ہوئے گناہ پر خدا ابھی عذاب نہیں دے رہا ہے تو تم مطمئن نہ نہ رہو، خدا گناہ کی سزا فوراً نہیں دیتا ہے، لیکن مظلوموں کے خون کا ضرور انتقام لیتا ہے، خدا ہر چیز کا حساب رکھتا ہے۔

زینبؑ کے سلیس و ہلا دینے والے خطبہ نے جو کہ ایمان سے سرشار قلب اور داغ دار دل سے نکلا تھا، کوفہ والوں کے دلوں میں ایک آگ بھڑکا دی، راوی کہتا ہے: بقسم خدا کی میں نے اس روز تمام لوگوں کو حیران و پریشان دیکھا وہ تاسف و پشیمانی سے انگشت بدنداں تھے، افسوس کر رہے تھے رو رہے تھے، ایک بوڑھے کو میں نے اپنے پاس دیکھا کہ جس داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی تھی وہ اہل بیت کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا: میرے ماں باپ تم پر فدا ہو جائیں تمہارے بچے بہترین بچے ہیں، تمہارے جوان بہترین جوان ہیں، تمہاری عورتیں بہترین عورتیں ہیں، تمہاری نسل بہترین نسل ہے، سب سے بلند و بالا ہے![1]

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵، ص۱۰۹ و ص۱۱۱، احتجاج، ج ۲، ص۱۱۳ و ص۱۱۴

جب حضرت زینبؑ نے اپنا خطبہ ختم کیا تو امام زین العابدینؑ نے فرمایا: پھوپھی جان! صبر و سکوت اختیار کیجئے رہ جانے والوں کو گزر جانے والوں سے عبرت حاصل کرنا چاہئے اور آپ تو بحمد اللہ عالمۂ غیر معلّمہ ہیں، آہ و فغاں سے جانے والے لوٹ نہیں آتے ہیں![1]

امام زین العابدینؑ کے ان کلمات سے عظمت و جلالت زینبؑ بخوبی واضح ہے کہ آپؑ چشمۂ وحی سے سیراب ہوئی ہیں اور فوق علم بشری سے علم حاصل کیا ہے، آپؑ مکتب ولایت کی تربیت یافتہ ہیں آپؑ کا قلب علم و معرفت کے نور سے روشن ہے۔

زینبؑ کے بارے میں امامؑ نے جو کچھ فرمایا ہے: اس میں کچھ نکات ہیں کہ جن سے آپؑ کی ژرف آگہی، روشن فکری اور درایت واضح ہوتی ہے ہم ان میں سے بعض کو یہاں بیان کر رہے ہیں۔

۱۔ خطابت اور اسلوب کلام پر آپؑ کو اتنا تسلّط حاصل تھا کہ بعض لوگ خطبہ سن کر کہنے لگے: کہ علیؑ خطبہ دے رہے ہیں، آپؑ نے یہ خصوصیّت اپنے والد سے حاصل کی

۱۔ احتجاج، ج ۲، ص۱۱۴

تھی کہ خطابت میں جن کی مثال نہیں تھی۔

۲۔ کوفہ کے لوگوں کو خود ان کا تعارف کرانے اور ان کے افکار کا تجزیہ کرنے سے زینبؑ کی معاشرہ شناسی، اس کے جذبات اور اس کے جمود کے عوامل پر مکمل تسلط کا غماز ہے یہ معاشرہ شناسی اور مردم شناسی بھی آپؑ کو اپنے والد سے میراث میں ملی تھی جیسا کہ دنیاء عرب کا سخن شناس، جاحظ کہتا ہے: علیؑ ہر گروہ اور جماعت کی خصلت اور افکار سے بخوبی واقف تھے چنانچہ ان ہی کے مطابق خطبہ دیتے تھے [1]

حضرت زینبؑ نے اس طرح خطبہ دیا کہ سب کے افکار میں انقلاب پیدا کر دیا اور وہ اپنے کرتوت پر پشیمان ہو گئے،

۳۔ آپؑ نے دشمن کے ان مظالم کو بیان کر کے جو کہ اس نے کربلا کے میدان میں اہل بیتِ رسولؐ پر روا رکھے تھے لوگوں کو ان مظالم کی حقیقت سے آگاہ کیا کہ جس سے لوگوں میں بیداری پیدا ہو گئی اور وہ دشمنوں سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور آپؑ کے خطبہ کے سبب ایک انقلاب برپا ہو گیا کہ جس نے کربلا کے شہیدوں کے خون کا انتقام لیا اور

۱۔ دمع السجوم، ص۲۱۵

بنی امیہ کی حکومت کا قصہ ختم کر دیا۔

تاریخ کی بعض کتابوں میں نقل ہوا ہے کہ زینبؑ کے بعد امّ کلثوم اور فاطمہؑ صغریٰ نے بھی اپنے خطبوں سے کوفہ والوں کی سرزنش کی، بعض کتابوں میں امام زین العابدینؑ کا خطبہ بھی نقل ہوا ہے، [1]

قصرِ ابن زیاد میں

ابن زیاد جو کہ بادۂ غرور و تکبّر سے بدمست تھا اور خود کو ہر زمانہ سے زیادہ طاقتور سمجھتا تھا اس نے اپنی قدرت نمائی اور کوفہ والوں کو مرعوب کرنے کے لئے قیدیوں کو اپنے قصر کی مجلس ہی میں بلا لیا، وہ یہ سمجھتا تھا کہ ساری منزلیں طے ہو گئی ہیں اب اس محل میں یزید کی کامیابی کا جشن منائیں گے، اس لئے اس نے کہا سر حسینؑ لایا جائے سر مبارک ابن زیاد کے سامنے رکھا گیا ابن زیاد ہنسا اور امام حسینؑ کے دندانِ مبارک پر چھڑی لگائی [2] وہ خام خیال میں یہ سمجھ رہا تھا کہ بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔

۱۔ ملاحظہ فرمائیں دمع السجوم، ص ۲۱۷ تا ۲۲۰، منتہی الامال، ج ۱، ص۴۸۶

۲۔ طبری، ج ۴، ص ۳۴۹، بحار الانوار، ج ۴۵، ص۱۱۶

اسیروں کو دربار ابن زیاد میں لایا جاتا ہے، زینبؑ پرانے لباس میں ملبوس ایک گوشہ میں بیٹھ جاتی ہیں اور اہل بیتؑ کی دوسری عورتیں آپؑ کے اطراف میں بیٹھی ہیں ابن زیاد پوچھتا ہے وہ عورت کون ہے جو اپنی کنیزوں کے ساتھ ایک گوشہ میں بیٹھی ہے؟ زینبؑ نے کوئی جواب نہ دیا، ابن زیاد نے دو تین بار یہی سوال دہرایا، اسیروں میں سے ایک نے کہا: یہ رسولؐ کی نواسی دخترِ فاطمہؑ ہیں، ابن زیاد نے زینبؑ کو مخاطب کر کے کہا: شکر اس خدا کا جس نے تمہیں رسوا کیا اور قتل کیا اور یہ ثابت کر دیا کہ جو کچھ تم نے کہا وہ سب کچھ جھوٹ تھا۔

روز جزاء ستمگاروں کا کوئی پشت پناہ نہیں ہوگا، اس سے بڑا تباہی کا اور کوئی سبب نہیں ہے کہ اس کی قدرت کو ناچیز سمجھ کر اس سے تمسخر کیا جائے، علیؑ کی بیٹی نے جواب میں اپنے کلام کا اس طرح آغاز کیا کہ جیسے ابھی تک کوئی حادثہ پیش ہی نہیں آیا ہے جیسے آپؑ کا کوئی عزیز شہید نہیں ہوا ہے، نہ آپؑ کو اسیر کیا گیا نہ اس بات کا خوف ہے کہ جس شخص کا جواب دے رہی ہیں وہ آپؑ کو اور آپؑ کے ہمراہ تمام اسیروں کو ایک حکم سے نابود کر سکتا ہے۔[1]

---

۱ قیام حسینؑ، ص ۱۸۳ و ۱۸۴

زینبؑ نے خطبہ شروع کیا:

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہمیں اپنے پیغمبرؐ محمدؐ کے ذریعہ عزّت و کرامت عطا کی رجس سے پاک رکھا، صرف فاسق ذلیل ہوتا ہے اور فاجر و بدکار دروغ گو ہوتا ہے الحمدللہ کہ وہ ہم نہیں ہیں دوسرا ہے۔

ابن زیاد نے کہا:

دیکھا خدا نے اہل بیتؑ کے ساتھ کیا کیا؟

زینبؑ نے جواب دیا:

یہ وہ لوگ تھے جن کے لئے خدا نے شہادت مقدّر کردی تھی، چنانچہ وہ اپنی آرام گاہ کی طرف فراخ دلی سے چلے گئے اور میں نے اچھائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا ہے، خدا تجھے اور ان کو جمع کرے گا اور تو ان سے احتجاج کرے گا اس وقت دیکھنا کہ سعادت مند و کامیاب کون ہے؟ ابن مرجانہ تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے۔

راوی کہتا ہے: اس خطبہ سے ابن زیاد بہت کھسیا گیا تھا اور اتنا برافروختہ ہوگیا تھا کہ گویا زینبؑ کو قتل کر

ڈالے گا، ابن زیاد کے حاشیہ نشینوں میں سے ایک نے کہا :
اے امیرالمومنین یہ عورت ہے اور عورتوں کی باتوں میں
ملامت نہیں ہے۔

جب ابن زیاد سے زینبؑ کے خطبہ کا کوئی جواب نہ
بن سکا تو کہنے لگا : تمہارے مغرور و متکبّر خاندان کی طرف
سے میرے دل میں خلش تھی جس کو خدا نے ختم کر دیا۔

یہ بات سن کر زینبؑ کے دل پر ایک چوٹ لگی اور
روتے ہوئے کہا : تو نے ہمارے سردار کو قتل کر دیا ہے ،
ہمارے خاندان کو متفرق کر دیا ہے اور ہماری شاخ و
جڑ کو کاٹ دیا ہے اور اگر تجھے انھیں چیزوں سے خلش تھی
تو یقیناً تیری خلش ختم ہوگئی ۱؎

ابن زیاد نے کہا : یہ عورت کتنی مسجع اور سلیس
باتیں کہہ رہی ہے ، اس کے باپ بھی شاعر تھے وہ مسجع و
بہترین کلام کہتے تھے۔

زینبؑ نے کہا : سجع سے عورتوں کو کیا ربط ؛ اور اب
میرے لئے مسجع بات کہنے کا وقت ہے ؟ درد دل سے ایک

۱؎ «وَلَقَدْ قَتَلْتَ كَهْلِي وَاَبَرْتَ اَهْلِي وَقَطَعْتَ فَرْعِي وَاجْتَثَثْتَ اَصْلِي فَاِنْ يَشْفِيكَ هٰذَا فَقَدْ اَشْتَفَيْتَ».

چیز زبان پر جاری ہوگئی ۱؎

اس طرح علیؑ کی بیٹی زینبؑ نے جرأت و شجاعت
کے ساتھ اپنے خطبہ سے ابن زیاد کو مجمع عام میں رسوا کر دیا
اور اہل بیت رسولؐ پر روا رکھے جانے والے مظالم سے
پردہ اٹھا دیا، حالانکہ ابن زیاد نے یہ مجمع اپنی قدرت
نمائی کے لئے جمع کیا تھا۔

● ● ●

۱؎ تاریخ طبری ، جلد۴ ، صفحہ ۳۴۹ و ۳۵۰ و منتہی الامال
صفحہ ۴۸۸

مکتبِ زینبؑ سے کچھ درس

عظمتِ ایمان

حضرت زینبؑ نے ابن زیاد سے گفتگو سے یہ ثابت کر دیا کہ مومن انسان۔ خواہ اسیر ہو۔ کبھی بھی دشمن کے سامنے۔ خواہ دشمن کتنا ہی قوی ہو۔ سر نہیں جھکاتا ہے۔

ابن زیاد کے مقابلہ میں حضرت زینبؑ کی عظمت و سربلندی کا سرچشمہ قوتِ ایمان اور اطمینان و سکون تھا آپؑ حسینؑ جیسے نفس مطمئنہ کی مالک تھیں آپؑ نے یہ اطمینان اور بے باکی یادِ خدا کو اپنے قلب میں زندہ رکھنے سے حاصل کی تھی۔ آدمی ذکرِ خدا کے ساتھ ناکام نہیں ہوتا اور نہ شکست کھاتا ہے، جیسا کہ امام حسینؑ نہ ناکام ہوئے اور نہ یزیدؑ کی ذلت آمیز بیعت قبول کی اور دلوں کی تسخیر کے ساتھ۔ جو کہ پائیدار اور کارساز چیز ہے۔ کامیابی

حاصل کی اور خدا دوست و مومنوں کے دلوں کے مالک بن گئے اور عاشورا قلوب کے لئے پُرکشش و جاذب بن گیا، زینبؑ جو کہ راہِ حسینؑ کو جاری رکھنے والی ہیں اپنے خطبوں سے کربلا کی خونی تحریک کی عظمت و شوکت میں چار چاند لگاتی ہیں۔

• • •

نگاہِ زیبا بیں

دوسرا درس جو جناب زینبؑ سے لینا چاہئے وہ آپؑ کا راہِ خدا میں مصائب اور سختیوں کو اچھا سمجھنا ہے جیسا کہ ہم نے (تاریخ میں) دیکھا جب ابن زیادؑ نے کہا تھا: کہ دیکھا خدا نے اہل بیتؑ کے ساتھ کیا کیا تو جناب زینبؑ نے فرمایا تھا، «مَا رَأَيْتُ اِلَّا جَمِيلاً»۔

راہ خدا میں ہم نے جو مصیبتیں اٹھائی ہیں اور جن مشکلوں کا سامنا کیا ہے وہ ہمارے لئے حسن رکھتی ہیں۔

کیا واقعی حضرت علی اکبرؑ، حضرت قاسمؑ، حضرت عباسؑ

اور طفل شیر خوار علی اصغرؑ اور ابو عبد اللہؑ کی شہادت زیبا
ہے؟! کیا خیموں کی تاراجی، بچوں کا خوف و ہراس اور
اور اہل بیتِ رسولؐ پر مصائب کا وارد ہونا زیبا ہے؟ کیا
اہل بیتِ رسولؐ کو اسیر کرنا انھیں کوچہ و بازار میں پھرانا
اور بلوہ عام میں لے جانا زیبا ہے۔؟

ان تمام چیزوں کو اچھا سمجھنے والے نظریہ کی کیا
توجیہہ کی جا سکتی ہے؟

زینبؑ خود کو بندۂ حق سمجھتی ہیں اور اپنی سر
بلندی کو فریضۂ الٰہی کی انجام دہی کا رہین منت سمجھتی ہیں
اپنے فرائض پر عمل کرنے میں حسینؑ جیسے انسانِ کامل اور
ان کے فداکار اصحاب و انصار کی شہادت اور اہل بیت کے
رنج و غم اور اسیری شیریں و زیبا ہے۔

یہ مومن انسانوں کا تصور کائنات ہے کہ جو بھی خدا
کی طرف سے ان پر حالات آتے ہیں وہ انھیں خیر اور
اچھا ہی سمجھتے تھے، کیونکہ اپنے بندوں کے لئے خدا جو بھی
کرتا ہے وہ خیر ہی ہوتا ہے اور اس نظریہ کے مطابق کائنات
کا ہر واقعہ و مظہر زیبا ہے اور ایک خدا کے وجود پر دلالت
کرتا ہے۔

ایسے نظریئے اور ایسے علم کے ساتھ انسان ذلت کو

برداشت نہیں کرتا ہے بلکہ دشمن کو زیر کر دیتا ہے، زینبؑ
کبریٰ پر خدا و رسولؐ اور اس کے ملائکہ کا سلام کہ جس نے
ہمیں یہ سکھا دیا کہ راہ خدا میں دشواریوں کو کس نظر سے
دیکھنا چاہئے اور صبر و پائیداری میں ہمارے لئے معلّم بن گئیں

امامؑ کی جان کا تحفّظ

جب ابن زیاد زینبؑ کے مسکت جواب سے ہکّا بکّا رہ
گیا تو اس نے امام زین العابدینؑ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:
تم کون ہو؟ امامؑ نے جواب دیا: علی بن الحسینؑ
کیا خدا نے علی بن الحسینؑ کو نہیں قتل کیا؟ امام خاموش رہے۔
کیوں نہیں بولتے؟
میرے بھائی علیؑ کو لوگوں نے شہید کر دیا ہے۔
نہیں اسے خدا نے قتل کیا ہے!
امامؑ نے جواب میں یہ آیت پڑھی:
اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا[1]
اس سے ابن زیاد آپے سے باہر ہو گیا اور کہنے لگا: ابھی
تک تم میں مجھ سے اس طرح گفتگو کرنے کی جرأت ہے؟ اسے

---

1 زمر: ۴۲

لے جا کر قتل کر دو!

اس موقع پر زینبؑ نے حمایت کی اور امامؑ سے دفاع کیا اور امام زین العابدینؑ کو ابن زیاد کے جلاّد سے نجات دلائی اور سب کو حریم امامت و ولایت سے دفاع کرنے کا سبق دیا۔

• • •

سوئے شام

اسیروں کے قافلہ کو چند روز ابن زیاد کی[1] بامشقت قید میں رکھ کر شام کو روانہ کیا۔

جس زمانہ سے شام مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا تھا اس وقت ہی سے وہاں خالد بن ولید اور معاویہ ابن ابی سفیان جیسے لوگ حاکم رہے، اس علاقہ کے لوگوں کو نہ پیغمبرؐ کی صحبت میسّر ہوئی اور نہ وہ آپؐ کے اصحاب کی روش سے واقف ہو سکے، رسولؐ کے چند صحابی جو اس سرزمین

۱۔ الکامل، ج ۴، ص ۸۴

پر جا کر آباد ہو گئے تھے یہ پراگندگی کی زندگی بسر کرتے تھے عوام میں ان کا کوئی اثر و رسوخ نہیں تھا، نتیجہ میں وہاں کے مسلمان معاویہ ابن ابی سفیان کے کردار اور اس کے طرز زندگی ہی کو سنت اسلام سمجھتے تھے[1]۔

اسیروں کے قافلہ کے داخلہ کے وقت ایسے ہی لوگوں نے شہرِ شام کو جشن و سرور سے معمور کر رکھا تھا، یزیدؔ نے اپنے محل میں مجلس سجا رکھی تھی، اس کے ہم قماش چاروں طرف بیٹھے تھے تاکہ بزعمِ خود اس کامیابی کا جشن منائیں۔

یزیدؔ کے سامنے

سرِ حسینؑ کو یزید کے سامنے لا کر رکھا گیا اور اسی وقت اہلبیتؑ کے اسیروں کو لایا گیا، جب دخترِ حسینؑ نے اپنے باپ کے سرِ بُریدہ کو دیکھا تو ہائے پدر کہہ کر رونے لگی کہ جس سے مجلس والے پریشان ہو گئے[2]۔

لیکن جب زینبؑ نے اپنے بھائی کا سر دیکھا تو ایسی غم انگیز آواز میں نوحہ پڑھا کہ جس نے کلیجے ہلا دیئے۔

«یَا حُسَیْنَاهُ، یَا حَبِیْبَ اللهِ، یَابْنَ مَکَّةَ

۱۔ زندگانی علی بن الحسینؑ، ص ۶۵۔ ۲۔ الکامل، ج ۴، ص ۸۵۔

وَمِنیٰ ، یَابْنَ فَاطِمَةِ الزَّهْرَاءِ سَیِّدَةِ
النِّسَاءِ ، یَابْنَ بِنْتِ الْمُصْطَفیٰ[1] ،،
اے حسینؑ ! اے حبیبِ خدا ، اے مکّہ و منیٰ
کے پسر ، اے دخترِ رسولؐ فاطمہ زہراؑ کے نورِ نظر

راوی کہتا ہے کہ قسم خدا کی زینبؑ نے مجلس کے
ہر شخص کو رلا دیا[1] ۔ یزید شراب خوار اپنی جاہ طلبی کے
نشہ میں چور خاموش بیٹھا تھا ، اور سید الشہداء کے
دندانِ مبارک پر چھڑی لگا رہا تھا[2] اور کہہ رہا تھا: کاش
آج اس مجلس میں بدر میں مرنے والے میرے بزرگ اور
قبیلہ خزرج کی مصیبتوں کے شاہد ہوتے تو خوشی سے اچھل
پڑتے اور کہتے : شاباش اے یزید تیرا ہاتھ شل نہ ہو ، ہم
نے ان کے بزرگوں کو قتل کیا اور بدر کا انتقام لے لیا ، بنی
ہاشم سلطنت سے کھیل رہے تھے اور نہ آسمان سے کوئی وحی
نازل ہوئی نہ کوئی ملک آیا ہے ، میں خندف کے دودمان
سے نہیں ہوں اگر احمد کی دشمنی کا بدلہ ان کے بیٹوں سے نہ لوں[3]

ان اشعار میں رسولؐ ، دین اور قرآن کے بارے میں
کوئی بات نہیں ہے بلکہ یزید نے اپنے جاہلیت کے مردوں کے

---

۱ دمع السجوم ص۲۵۱ ۲ الکامل ج ۴ ص۸۵ ۳ دمع السجوم ص۲۵۲

کے خون کو یاد کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم نے خون کا بدلہ خون
سے لیا ہے[1]

خطبۂ زینبؑ

اگر یہیں مجلس ختم ہو جاتی تو یزید کی جیت تھی اور
جو کچھ اس کے حکم سے ہوا تھا وہ قطعی غلط نہیں تھا لیکن
زینبؑ نے مجلس کو یہاں ختم ہی نہیں ہونے دیا ، جس چیز کو
یزید مسرت سمجھ رہا تھا اسے اس کے لئے زہر سے زیادہ تلخ
بنا دیا اور مجلس نشینوں کو یہ بتا دیا کہ جو اسیر تمہارے سامنے
کھڑے ہیں یہ ان کی اولاد ہیں جن کے نام پر یزید شام کے
لوگوں پر حکومت کر رہا ہے ، انھیں یہ بتا دیا کہ اسلام حکومت
سے قبل دین ہے ، حاکم سے لے کر رعیت کی چھوٹی سی فرد تک
خدا کے سامنے اپنے کئے ہوئے فعل اور اپنی کہی ہوئی بات کا
جواب دہ ہے اور یہ بھی آشکار کر دیا کہ اسلام تقوے کے
پایوں پر استوار ہے نہ طاقت کے پایوں پر[2]

زینبؑ اپنی والدہ حضرت فاطمہ زہراءؑ کی طرح ظالموں
کے سامنے قد بلند کرتی ہیں بھرے دربار میں خدا کی حمد و

---

۱ قیام حسینؑ ص۱۸۶ ۲ قیام حسینؑ ص ۱۸۶

ستائش کرتی ہیں اور رسولؐ و آل رسولؐ پر درود بھیجتی
ہیں اور پھر قرآن کی آیت سے اپنے خطبہ کا اس طرح آغاز
کرتی ہیں :

«ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاؤُوا السُّوأَى
أَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ ...»

یزیدؔ تو یہ سمجھتا تھا کہ تو نے زمین و آسمان کو
ہم پر تنگ کر دیا ہے تیرے گماشتوں نے ہمیں
شہروں شہروں اسیری کی صورت میں پھرایا
تیرے زعم میں ہم رسوا اور تو باعزت ہوگیا ہے؟
تیرا خیال ہے کہ اس کام سے تیری قدر میں اضافہ
ہوگیا ہے اسی لئے ان باتوں پر تکبر کر رہا ہے ؛
جب تو اپنی توانائی وطاقت (فوج) کو تیار
دیکھتا ہے اور اپنی بادشاہت کے امور کو منظم
دیکھتا ہے تو خوشی کے مارے آپے سے باہر ہوجاتا
ہے ، تو نہیں جانتا کہ یہ فرصت جو تجھے دی گئی
ہے کہ اس میں تو اپنی فطرت کو آشکار کر سکے
کیا تو نے قولِ خدا کو فراموش کر دیا ہے « کافر
یہ خیال نہ کریں کہ یہ مہلت جو انھیں دی گئی
ہے یہ ان کے لئے بہترین موقع ہے ، ہم نے ان

کو اس لئے مہلت دی ہے تاکہ وہ اپنے گناہوں
میں اور اضافہ کرلیں ، پھر ان پر رسوا کرنے
والا عذاب نازل ہوگا » پسرِ طلقاء ، کیا یہ عدل
ہے تیری بیٹیاں اور کنیزیں باعزت پردہ
میں بیٹھیں اور رسولؐ کی بیٹیوں کو تو اسیر کرکے
سر برہنہ کرے ، انھیں سانس تک نہ لینے دیا
جائے ، تیری فوج انھیں اونٹوں پر سوار کرکے
شہر بہ شہر پھرائے ؛ نہ انہیں کوئی پناہ دیتا ہے
، نہ کسی کو ان کی حالت کا خیال ہے ، نہ کوئی
سرپرست ان کے ہمراہ ہوتا ہے لوگ اِدھر
اُدھر سے انہیں دیکھنے کے لئے جمع ہوتے ہیں ،
لیکن جس کے دل میں ہماری طرف سے کینہ
بھرا ہوا ہے اس سے اس کے علاوہ اور کیا توقع
کی جا سکتی ہے ؛ تو کہتا ہے کہ کاش جنگ بدر
میں قتل ہونے والے میرے بزرگ موجود ہوتے
اور یہ کہکر تو فرزند رسولؐ کے دندانِ مبارک پر
چھڑی لگاتا ہے ؛ کبھی تیرے دل میں یہ خیال
نہیں آتا ہے کہ تو ایک گناہ اور بڑے کام کا مرتکب
ہوا ہے ؛ تو نے آل رسولؐ اور خاندانِ

عبد المطلب کا خون بہا کر دو خاندانوں کی دشمنی
کو پھر زندہ کر دیا ہے ، خوش نہ ہو کہ تو
بہت جلد خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوگا، اس
وقت یہ تمنا کرے گا کہ کاش تو اندھا ہوتا
اور یہ دن نہ دیکھتا تو یہ کہتا ہے کہ اگر میرے
بزرگ اس مجلس میں ہوتے تو خوشی سے اچھل
پڑتے ، اے اللہ تو ہی ہمارا انتقام لے اور
جن لوگوں نے ہم پر ستم کیا ہے ان کے دلوں کو
ہمارے کینہ سے خالی کر دے ، خدا کی قسم تو
اپنے آپے سے باہر آگیا ہے اور اپنے گوشت کو
بڑھالیا ہے ، جس روز رسولؐ خدا ، ان کے
اہلبیت ، اور ان کے فرزند رحمتِ خدا کے
سایہ میں آرام کرتے ہوں گے تو ذلت و رسوائی
کے ساتھ ان کے سامنے کھڑا ہوگا یہ دن وہ
روز ہے جس میں خدا اپنا وعدہ پورا کرے گا
وہ مظلوم و ستم دیدہ لوگ جو کہ اپنے خون کی
چادر اوڑھے ایک گوشے میں محو خواب ہیں ،
انہیں جمع کرے گا ، خدا خود فرماتا ہے : "راہ
خدا میں مرجانے والوں کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ

زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کی نعمتوں سے
بہرہ مند ہیں ، تیرے باپ معاویہ نے تجھے ناحق
مسلمانوں پر مسلط کیا ہے ، جس روز محمدؐ داد
خواہ ہوں گے اور فیصلہ کرنے والا خدا ہوگا،
اور عدالت الٰہیہ میں تیرے ہاتھ پاؤں گواہ
ہوں گے اس روز معلوم ہوگا کہ تم میں سے کون
زیادہ نیک بخت ہے
یزیدؔ اے دشمن خدا ! میری نظروں میں تیری
اتنی بھی قدر و قیمت نہیں ہے کہ میں تجھے سرزنش
کروں یا تحقیر کروں ، لیکن کیا کروں میری
آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے ہیں دل سے
دھواں اٹھ رہا ہے ، شہادت حسینؑ کے بعد
لشکر شیطان ہمیں کوفہ سے ناہنجاروں کے
دربار میں لایا تاکہ خاندان پیغمبرؐ کی ہتک
حرمت و عزت کرنے پر مسلمانوں کے بیت
المال سے ، جو کہ زحمت کش و ستم دیدہ لوگوں
کی محنتوں کا صلہ ہے ، انعام حاصل کرے جب
اس لشکر کے ہاتھ ہمارے خون سے رنگین
ہوئے اور دہان ہمارے گوشت کے ٹکڑوں

سے بھر گئے ہیں، جب ان پاکیزہ جسموں کے
آس پاس درندہ کتے دوڑ رہے ہیں ایسے
موقع پر تجھے سرزنش کرنے سے کیا ہوتا ہے؟
اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ تونے ہمارے مَردوں کو
شہید اور ہمیں اسیر کرکے فائدہ حاصل کر
لیا ہے تو عنقریب تجھے معلوم ہو جائے گا کہ
جسے تو فائدہ سمجھتا ہے وہ نقصان کے سوا کچھ
نہیں ہے، اس روز تمہارے کئے کے علاوہ
تمہارے پاس کچھ نہ ہوگا، تو پسر زیاد سے
مدد مانگے گا اور وہ تجھ سے، تو اور تیرے
پیروکار خدا کی میزانِ عدل کے سامنے کھڑے
ہوں گے، تجھے اس روز معلوم ہوگا کہ بہترین
توشہ جو تیرے باپ معاویہ نے تیرے لئے جمع
کیا ہے وہ یہ ہے کہ تونے رسولؐ خدا کے بیٹوں
کو قتل کر دیا، قسم خدا کی میں خدا کے سوا کسی
سے نہیں ڈرتی اور اس کے علاوہ کسی سے
شکایت نہیں کرتی، جو چاہو تم کرو جس نیرنگی
سے کام لینا چاہو لو، اپنی ہر دشمنی کا اظہار کرکے
دیکھ لو، قسم خدا کی جو ننگ کا دھبہ تیرے دامن

پر لگ گیا ہے وہ ہرگز نہ چھوٹے گا، ہر تعریف خدا
کے لئے ہے جس نے جوانان بہشت کے سرداروں
کو کامیابی عطا کی، جنّت کو ان کے لئے واجب
قرار دیا، خداوند عالم سے دعا ہے کہ ان کی
عظمت و عزّت میں اضافہ فرمائے ان پر اپنی
رحمت کے سائے کو مزید گسترده کردے کہ تو
قدرت رکھنے والا ہے۔[1]

شام والے رفتہ رفتہ عراق میں گزر جانے والے حادثہ
کی حقیقت سے آگاہ ہوگئے اور انہیں یہ معلوم ہوگیا کہ کربلا
والے یزید کے حکم اور کوفہ کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے
ہیں فرزند دختر رسولؐ خدا۔ حسینؑ ابن علی۔ اور یہ عورتیں
بچے جنھیں قیدی بناکر دمشق لایا گیا ہے یہ پیغمبرؐ کے اہل بیت
ہیں یہ اس کا خاندان ہے جس کی جانشینی کے نام پر یزید ان
پر اور دوسرے مسلمانوں پر حکومت کر رہا ہے[2]

سوختہ جگر اور تقوے سے سرشار دل سے نکلے ہوئے
کلمات کا ردّ عمل ہوگا معلوم ہے، پتھر کے دل والا بھی جب
ایمان و تقویٰ کے مقابلہ میں آتا ہے تو وہ خود کو ناتوان

---

۱ قیام حسینؑ، ص۱۸۶ تا ص۱۸۹ ۲ زندگانی فاطمہ زہرؑا، ص۲۶

اور مدمقابل کو طاقتور سمجھتا ہے، اور چند لحظوں کے بعد ہی بوکھلا جاتا ہے، قصر یزیدؔ میں موت کا سناٹا چھاگیا، یزیدؔ نے حاضرین کی پیشانیوں سے ناراضی و نفرت کے آثار دیکھے کہنے لگا خدا ابن مرجانہ کو غارت کرے، میں حسینؑ کے قتل کو پسند نہیں کرتا تھا، اس کے بعد اس بات کی طرف متوجہ ہوا کہ اسیروں کو اسی حالت میں رکھنا مصلحت کے خلاف ہے، حکم دیا کہ انھیں دوسری جگہ منتقل کردو، قریش کی عورتوں میں سے جو بھی ان سے ملنا چاہتی ہے مل سکتی ہے۔

دوپہر اور شام کے کھانے پر علی بن الحسینؑ کو دعوت دینے لگا۔ کیا واقعی اس کے دل میں پشیمانی کا ذرہ برابر اثر تھا ان خیموں میں زندگی گزارنے والوں کے بارے میں ایسا کوئی احتمال ہے، جب تک ایسا احتمال پیدا ہوگا اس وقت تک دوسرا اطمینان اسے برطرف کردے گا، اس بات کا اطمینان کہ اگر یزید ایسا نہ کرتا تو ممکن تھا کہ کوفہ اور دمشق میں آشوب و انقلاب پھیل جاتا، ہر چند اسے طاقت سے جلد ہی کچل دیتا لیکن آج سے اور اس مجلس سے ایک طبقہ نے یہ محسوس کر لیا کہ جس کو حقیقت سمجھتے تھے وہ حقیقت نہیں ہے اور مسلمانوں کا حاکم وہ نہیں ہے جو ان پر حکومت کر رہا ہے [۱]

---

۱ قیام حسینؑ، ص۱۸۹ و ص۱۹۰

عظمتِ زینبؑ

حضرت زینبؑ کی عظمت اور قوتِ قلب اس وقت اور اچھی طرح آشکار ہو جاتی ہے کہ جب یزیدؔ کی مجلس میں آپؑ کی روحانی حیثیت اور خطبہ اپنا اثر قائم کرتا ہے۔

یزیدؔ کی مجلس کے ماحول میں خوف و ہراس طاری ہے اور یزید اپنے خیال خام میں بڑا طاقت والا اور فاتح ہے، امور سلطنت کے ذمہ داران اس کے چاروں طرف بیٹھے ہیں، اس کے دشمن قیدی بنے ہوئے ہیں اور اس کے مخالفین کے رہبر امام حسینؑ کا سر اقدس اس کے سامنے ہے۔

اسیروں میں کچھ عورتیں اور بچے ہیں اور امام زین العابدینؑ ہیں جو کہ بیمار ہیں، یزیدؔ غرور و جاہ طلبی کے نشہ میں چور ہے۔ شام اس کی حکومت کا مرکز ہے اور وہاں کے لوگ اس کے باپ معاویہ کے مکتب کے پلے ہوئے ہیں لیکن جس زینبؑ نے مدینہ سے مکہؔ اور مکہ سے کربلا اور کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام کے سفر کے دوران بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائی ہیں اور سفر میں ذرہ برابر آرام میسر نہیں آیا ہے کسی ایک شخص یا جماعت کی حمایت کے بغیر قافلہ سالاری کو سنبھالے رہیں اور منزل بہ منزل ان کی حفاظت کرتی رہیں اور اب رسولؐ خدا کی اولاد کی ناگفتہ بہ حالت ہے امام

زین العابدین کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور گلے میں مار
ڈالنے والا طوق ہے۔ یزید سر حسینؑ کی ہتک کر رہا ہے اور
زینبؑ سب کچھ دیکھ رہی ہیں۔

اس ماحول میں لب کشائی کے لئے شیر کا کلیجہ اور
جرأت درکار ہے، زینبؑ کی رگوں میں علیؑ و فاطمہؑ کا
خون دوڑ رہا ہے۔ آپؑ اپنے زمانہ کے بڑے بت کے سامنے
اس شجاعت و شہامت سے ایسے سخن ریز ہوتی ہیں کہ اس
بت کی ساری جھوٹی عظمت خاک میں ملادیتی ہیں اور
اہل بیت کی فریادِ مظلومیت پوری تاریخ میں پھیلادیتی ہیں
اور خوابیدہ ضمیروں کو بیدار کر دیتی ہیں،

کلام زینبؑ کے چند نکات

جناب زینبؑ کی تقریر ایسی منطقی اور شعلہ ور تھی
کہ جس کے مقابلہ میں کوئی شخص کھڑا نہیں رہ سکتا تھا،
زینبؑ کی تقریر کی قاطعیت و جامعیت نے یزید جیسی پلید
شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کر دیا اور رسولؐ و آل
رسولؐ کی عظمت و کرامت کو یاد، دلادیا اور الٰہی اقدار کو
اقدار کی ضد سے جدا کر دیا۔

اگرچہ آپؑ کا پورا خطبہ ہی نکات سے معمور ہے لیکن ہم

یہاں اس خطبہ کے چند نکات ہی کے بیان پر اکتفاء کرتے ہیں،
جناب زینبؑ کے خطبہ کے برجستہ ابعاد میں سے ایک
پہلو یزیدؔ کے خاندان کے سیاہ کارنامے اور اس کی ناپاکی
کے ریشے ہیں، زینبؑ خاندانِ یزیدؔ کی پلیدیوں کو شمار
کراتی ہیں اور کسی شخص میں ان کی تردید کی طاقت نہیں ہے
ائے یزیدؔ تو ہندہ کا بیٹا ہے اور ہندہ وہ عورت ہے کہ جس
نے جنگ احد میں لشکر رسولؐ کے سردار سید الشہداء حضرت
حمزہ کا جگر اپنے دانتوں سے چبا کر پھینک دیا تھا، ایسے
خاندان سے سانحۂ کربلا کے علاوہ اور کوئی توقع نہیں
رکھی جاسکتی۔

زینبؑ یزید کو ابن طلقاء کہکر مخاطب کرتی ہیں، طلقاء
ان لوگوں کو کہتے ہیں جو کہ رسولؐ خدا سے دشمنی رکھتے تھے
جنگ کرتے تھے لیکن فتح مکہؐ کے وقت رسولؐ نے انھیں آزاد
کر دیا تھا اور فرمایا تھا: "اِذْهَبُوا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ"[1] جاؤ تم سب
آزاد ہو یزید انہیں اشخاص کا بیٹا ہے جنھیں رسولؐ نے
آزاد کر دیا تھا اور آج اس نے خاندانِ پیغمبرؐ کو اسیر بنا
رکھا ہے، اس جملہ کے ذریعہ زینبؑ نے یزیدؔ کو یہ سمجھا دیا

---

1. سیرۂ ابن ہشام، ج ۴، ص ۳۲

که در حقیقت قیدی تو ہے ہماری اسیری ہماری ذلت پر
دال نہیں ہے اور نہ تیری طاقت تیری عظمت وکامیابی پر دال ہو
جناب زینبؑ کی اس تقریر سے بخوبی یہ اندازہ لگایا
جاسکتاہے کہ زینبؑ کو تاریخ اسلام پر کتنا عبور تھا۔

حزبُ اللہ اور گروہِ شیطان

جناب زینبؑ اپنے سرفراز خاندان کے نام کو حزبُ اللہ
اور یزید کے ناپاک خاندان کو گروہِ شیطان کے نام سے
یاد کرتی ہیں اور فرماتی ہیں : بڑے تعجب کی بات ہے کہ
حزب اللہ ، گروہِ شیطان اور آزاد شدہ لوگوں کے ہاتھوں
مارا جائے ، ہمارا خون تمہارے ہاتھوں سے ٹپک رہا ہے
اور تمہارے منھ سے ہمارا گوشت نکلا پڑ رہا ہے۔

پردہ کی اہمیت

جناب زینبؑ کے کلام سے تمام باایمان اور اہل بیت
کا اتباع کرنے والوں کو جو پیغام دیا جاسکتا ہے وعفت و
حجاب کا پیغام ہے زینبؑ خاندان پیغمبرؐ کی عورتوں بیٹیوں
کو قیدی بناکر شہروں شہروں ، کوچہ و بازار میں سر برہنہ
مجمع عام میں پھرانے پر تند و سخت لہجہ میں اعتراض کرتی

ہیں اور اس حرکت کو عدل کے خلاف قرار دیتی ہیں ، یہ
حساسیت مسلمان عورت کے حجاب و عفت کی اہمیت کی
غماز ہے ، اس سے ہمیشہ دفاع کرنا چاہیئے۔

• • •

پیشین گوئی

زینبؑ نے اپنے خطبہ کے آخر میں اعتماد کے ساتھ
فرمایا : اے یزیدؔ تو اپنے تمام مکر وحیلوں کو استعمال کرلے
اور اپنی پوری طاقت سے کوشش کرلے لیکن قسم خدا کی
تو ہماری یاد کو نہیں مٹا سکتا ہے اور وحی الہٰی کو نابود
نہیں کرسکتا ہے ... ہر تعریف خدا ہی کے لئے ہے کہ جس نے
ہمارا آغاز سعادت و مغفرت سے اور اختتام شہادت
و رحمت پر کیا اور ایسا ہی ہوا جیسا کہ جناب زینبؑ نے فرمایا تھا،

زینبؑ اور ایک دوسرا پیغام

دربار یزیدؔ میں اسیروں کے درمیان امام حسینؑ کی
چھوٹی سی بچیؑ کا معصوم چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا،

اگرچہ اس سفر میں اس پر بہت سی مصیبتیں پڑی تھیں اور
اس نے بہت سارے رنج برداشت کئے تھے، لیکن غم کے
پرتو میں چہرہ کی معصومیت وزیبائی نمایاں تھی، یزید کے
حاشیہ نشینوں میں سے ایک نے یزید سے کہا یہ لڑکی مجھے بخش
دیجئے، بچّی اپنی پھوپھی زینبؑ سے لپٹ گئی اور کہا: پھوپھی
جان یتیم ہوگئی ہوں کیا اب کنیز بنوں گی ؟! زینبؑ نے اس
شامی کو مخاطب کر کے کہا: تو جھوٹ بولتا ہے، بہت کمینی
حرکت کی ہے تو نے، اس کا نہ تجھے حق ہے نہ یزید کو، یزید
زینبؑ کا یہ کلام سُن کر غضبناک ہوا اور کہنے لگا: مجھے یہ حق
ہے، اگر میں چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں، زینبؑ نے جواب دیا
ہرگز تو ایسا نہیں کر سکتا ہے کیونکہ خداوند عالم نے تجھے یہ
حق نہیں دیا ہے مگر یہ کہ تو ہمارے آئین سے باہر اور دوسرے
دین میں داخل ہو جائے گا، یزید نے کہا: تمہارے باپ اور
بھائی دین سے خارج ہوگئے، زینبؑ نے فرمایا: اگر تو مسلمان
ہونے کا دعویدار ہے تو میرے جد، بابا اور میرے بھائی کے
دین سے ہدایت پائی ہے۔

زینبؑ کی منطقی باتوں کا یزید کے پاس کوئی جواب
نہ تھا اس نے ناتوانوں کا حربہ دشنام اختیار کیا اور
کہا: اے دشمنِ خدا تو جھوٹ کہتی ہے! زینبؑ نے فرمایا:

تو اس وقت امیر ہے اور دشنام دے رہا ہے اور اپنی طاقت
پر ناز کر رہا ہے آخرکار یزید شرمندہ ہوا اور خاموش ہوگیا[1]
زینبؑ نے اس یزید کا مقابلہ کیا جو کہ یہ سمجھتا تھا کہ
جو چاہے گا کر گزرے گا، اور اسے دو سروں کے سامنے
پشیمان و رسوا کر دیا۔

۱۔ احتجاج، ج ۲، ص۱۳۱ و ص۱۳۲

۵
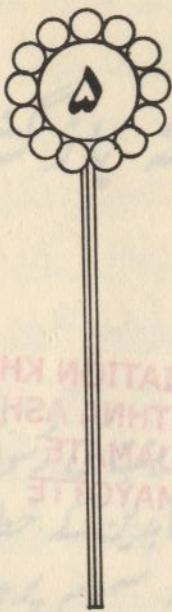
مدینہ بازگشت

○ سوئے مدینہ ○ حرم کی دہلیز پر ○ وفات

پانچویں فصل

مدینہ بازگشت

قصرِ یزید میں زینبؑ کی رُسوا کن تقریر نے اور مسجدِ شام میں امام زین العابدین کے خطبہ نے اہل بیتؑ کے خلاف معاویہ کے چالیس سالہ مسموم پروپیگنڈے کے اثر کو نقش بر آب کردیا اور بنی امیہ کے مظالم و انحرافات سے پردہ اٹھادیا، ان کی سیاہ کاریاں آشکار ہوگئیں، شام والے ہوش میں آگئے اور انہوں نے یہ محسوس کرلیا کہ معاویہ اور یزید جو کہ سالہا سال سے اسلام کے نام پر اور رسولؐ کے جانشین کے عنوان سے ان پر حکومت کررہے ہیں، جاہ طلب اور اور خونخوار ہیں۔

حکومتِ شام جو کہ ایسی رسوائی سے دوچار ہونے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی، اس نے اہل بیتؑ کے شام

پہنچے ان کے خطبہ اور لوگوں کی آگہی سے اپنی حیثیت کو خطرہ میں محسوس کیا اور چارہ جوئی میں مشغول ہوگئی ، لوگوں کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے حکومت کے پاس اس کے علاوہ چارۂ کار نہ تھا کہ وہ عمومی افکار کی رعایت کرے ، اس لئے اس نے اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی تکلیف میں کمی کرنے کو اختیار کیا ، یہاں تک کہ اہل بیت کی درخواست پر سیدالشہداء کی عزاداری کے سلسلہ میں تین روز تک مجلس منعقد ہوئی کہ جن میں دربار شام کی عورتوں نے بھی شرکت کی[1] روز بروز شام والے حقیقت سے آگاہ ہوتے چلے جارہے تھے اور شام کی حکومت کے کرتوت پر خشمناک ہوتے جارہے تھے ۔ اس بنا پر اہل بیت کا شام میں رہنا اپنے اور اپنی حکومت کے حق میں بہتر نہ سمجھا اور یہ طے کیا کہ پہلی فرصت میں قافلہ مدینہ واپس لوٹا دیا جائے ، چنانچہ اس نے صحابیٔ رسولؐ بشیر بن نعمان کو بلایا تا کہ اس کے ساتھ قافلہ کو مدینہ بھیج دیا جائے ، اس پورے سفر میں بشیر بن نعمان نے اہل بیت کے ساتھ نیک برتاؤ کیا اور جہاں تک ہوسکا ان کی شایان شان کام کئے[2]

---

[1] نفس المہموم، ص ۴۶ [2] ارشاد : ج ۲، ص ۱۲۲

سوئے مدینہ

کاروانِ اہل بیت طویل سفر طے کر کے ، مشکلیں برداشت کر کے ، تحریکِ کربلا کو کامیاب بنا کر مدینہ لوٹ رہا ہے ، قافلہ کتنے مصیبت و شدائد کے دن گزار کر آرہا ہے ، کیسی جانکاہ مصیبتیں اٹھائی ہیں ، کیسی اسیری اور کیسے زبان کے زخم برداشت کئے ہیں ، کربلا سے کوفہ، کوفہ سے شام کا پورا سفر غموں اور خون دل سے بھرا ہوا تھا، ہر جگہ مصیبت تھی کوفہ میں ، ابن زیاد کے دربار میں ، شام میں دربار یزید میں کیا داغ اٹھائے ! اب یہ قافلہ بے شمار اور عظیم مصیبتیں اٹھا کر ، شکستہ دل ، داغ دیدہ ، تھکے ہوئے ملامت و زخم زبان سن کر ایک عظیم کام کی انجام دہی سے سربلندی اور تاریخ بشریت میں عظیم انقلاب برپا کر کے مدینہ کی طرف محو سفر ہے ، شام میں اہل بیت کی آمد پر شام والے خوش حال و مسرور تھے اب وہ مغموم و محزون ہیں، لوگ اشک و آہ کے ساتھ اہل بیت کو خدا حافظ کہہ رہے ہیں ، بدرقہ کر رہے ہیں اور خاندانِ ابوسفیان پر لعنت کر رہے ہیں ۔

قافلہ بشیر بن نعمان کے ساتھ بیابانوں کو طے کرتا ہوا مدینہ کی طرف بڑھ رہا ہے ، لیکن زینبؑ کو وہ دن یاد ہے جس

دن آپؑ نے اسی کارواں کے ساتھ مدینہ سے مکّہ کو ہجرت
کی تھی اور وہاں سے کربلا کو چلی تھیں جس قافلہ کے قافلہ
سالار حسینؑ تھے، جس کے ساتھ عباسؑ و علی اکبرؑ ایسے شیر
تھے، جس کے ہمراہ یادگار امام حسنؑ قاسمؑ تھے، نظروں میں
بھائی حسینؑ کا نورانی چہرہ ہے، عباسؑ کی شجاعت اور
وفاداری آنکھوں کے سامنے ہے، قاسمؑ کی پاکیزگی شبیہ رسولؐ
علی اکبرؑ کی تصویریں ذہن کے پردوں سے محو نہیں ہوئی ہیں

حرم کی دہلیز پر

قافلہ لحظہ بہ لحظہ مدینہ سے قریب ہو رہا ہے، دور سے
مرقدِ رسولؐ کی عطرآگیں خوشبو مشام میں پہنچ رہی ہے،
مقتول عزیزوں کی یاد کا پہلے سے زیادہ احساس ہو رہا
ہے، ایک ایک کا غم تازہ ہوتا جا رہا ہے، سب یہ سوچ
رہے ہیں کہ مدینہ والوں کو قتلِ حسینؑ کی خبر کیسے سنائیں کس
منھ سے مدینہ میں داخل ہوں کیوں کر مدینہ میں رہیں ؟
اب مدینہ میں حسینؑ نہیں ہے، عباسؑ نہیں ہے، علی اکبرؑ
نہیں ہے عونؑ و محمدؑ نہیں ہے ... ان سب کی یاد پے بہ پے
ستائے گی، ان کا غم کیسے برداشت کیا جائے گا؟ شاید قافلہ
میں سے ہر ایک مرقدِ رسولؐ سے دردِ دل بیان کرتا ہے اور

جو مصیبتیں اٹھائی تھیں ان کا شکوہ کرتا ہے۔
آخر کار امام زین العابدینؑ کے دستور سے قافلہ مدینہ
سے باہر ہی روک دیا گیا، سامان اتارا گیا، خیمے نصب کئے گئے
عورتوں اور بچّوں کو اتارا گیا، مدینہ میں داخل ہونے سے
پہلے لوگوں کو عظیم خبر سے آگاہ کر دیا جائے، امام زین العابدینؑ
بشیر بن جذلم کو بلاتے ہیں۔
بشیر! خدا تمہارے باپ پر رحم کرے وہ شاعر تھے!
تم بھی شعر کہہ لیتے ہو؟
ہاں! فرزندِ رسولؐ میں شاعر ہوں۔
جاؤ مدینہ میں شہادتِ حسینؑ کی خبر سنا دو، بشیر کہتے
ہیں میں گھوڑے پر سوار ہوا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا
، مسجدِ رسولؐ میں پہنچا اور با شور و شین بلند آواز سے یہ اشعار
پڑھے:

يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ بِهَا
قُتِلَ الْحُسَيْنُ فَأَدْمُعِي مِدْرَارُ
اَلْجِسْمُ مِنْهُ بِكَرْبَلَا مُضَرَّجٌ
وَالرَّأْسُ مِنْهُ عَلَى الْقَنَاةِ يُدَارُ

مدینہ والو! مدینہ رہنے کی جگہ نہیں رہا کہ حسینؑ
قتل کر دیئے گئے۔ دیکھو میری آنکھوں سے سیل

اشک رواں ہے، حسینؑ کی لاش کربلا میں
بے کفن پڑی ہے، اور آپؑ کے سر اقدس کو نیزہ
پر بلند کر کے شہروں میں پھرایا جا رہا ہے۔
پھر میں نے صدا بلند کی:
اے مدینہ والو! علی بن الحسینؑ اپنی پھوپھیوں
اور بہنوں کے ساتھ مدینہ کے قریب ہیں، امام
زین العابدینؑ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے
چلو میں تمہیں ان کے پاس لے چلتا ہوں۔
بشیر کہتا ہے: مدینہ کی عورتیں گریہ کناں گھروں سے باہر
نکل آئیں اور اس دن سے زیادہ میں نے مردوں کو روتے
ہوئے نہیں دیکھا اور نہ مسلمانوں کے لئے اس دن سے زیادہ
مصیبت ناک دن مشاہدہ کیا۔
مدینہ کے لوگ بشیر کے ساتھ اہل بیت کے پاس پہنچے امام
زین العابدینؑ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور ان چیزوں
پر جو خدا نے ان کے لئے مقدر کی تھیں اور جس بڑے
امتحان میں انہوں نے کامیابی حاصل کی تھی اس پر خدا
کا شکر ادا کیا اور لوگوں کے سامنے ان مصیبتوں کو بیان کیا
جو کہ کربلا میں خاندان رسالت پر پڑی تھیں اور واقعات
سے انھیں باخبر کیا (نفس المهموم، صفحہ ۴۶۷، ۴۷۰، لہوف صفحہ ۸۶، ۸۱)

لوگ روتے ہوئے اہل بیت کے ساتھ مدینہ میں داخل
ہوئے، جب اہل بیت نے روضۂ رسولؐ کو دیکھا تو فریاد وامحمداہ
کی صدائیں بلند کیں، اور پیغمبرؐ سے اپنا درد دل بیان کیا، اے
اللہ کے رسولؐ، تیرے حسینؑ کو تشنہ لب شہید کر دیا گیا،
تیرے اہل بیت کو قیدی بنایا گیا، مدینہ والے بھی ان کے
ہمراہ تھے، گریہ و شیون کی صدائیں بلند ہو گئیں، مدینہ نالہ
و فغاں کی آوازوں میں ڈوب گیا، ایسا معلوم ہوتا تھا
جیسے در و دیوار سے رونے کی صدائیں آ رہی ہیں، جب
زینبؑ مسجد رسولؐ کے دروازہ پر پہنچیں تو دروازہ پکڑ کر
اس طرح بین کئے اے اللہ کے رسولؐ میں آپؐ کے حسینؑ کے
قتل کی خبر لائی ہوں، اس کے بعد زینبؑ کی آنکھوں سے کبھی
آنسو بند نہ ہوئے جب بھی امام زین العابدینؑ کو دیکھتی آپؑ
کا غم تازہ ہو جاتا تھا۔[1]
ظاہر ہے کہ زینبؑ کو سکون نہیں ملتا آپؑ عاشور کے
واقعات کو بیان کر کے لوگوں میں انقلاب پیدا کرتی ہیں،
انھیں جوش دلاتی ہیں، غیرت دلاتی ہیں، لوگ بیدار
ہوتے ہیں اور خونِ حسینؑ کے انتقام کے لئے کھڑے ہوتے ہیں،

۱۔ دمع السجوم، صفحہ ۲۷۵

حسینؑ تو شہید ہو گئے لیکن آپؑ کے پیغام رساں افراد
نے آپؑ کی حق طلبی کی آواز کو عالم اسلام تک پہنچا دیا۔

وفات

رہائی کے بعد حضرت زینبؑ مدینہ میں ایک سال سے زیادہ
نہ رہ سکیں اور امام حسینؑ کے بغیر زینبؑ کے لئے اتنا ہی عرصہ
بہت جاں گداز تھا، آپؑ عہد طفلی سے نوجوانی تک اور
نوجوانی سے امام حسینؑ کی شہادت تک امام حسینؑ کے ہمراہ
تھیں ان سے بے پناہ محبت کرتی تھیں اگر مقدرات الٰہی
پر زینبؑ کی تسلیم و رضا نہ ہوتی تو حسینؑ کے بعد کربلا کی
یادداشتوں میں ایک ہی یاد زینبؑ کی زندگی کے خاتمہ کے
لئے کافی تھی، لیکن زینبؑ خدا کا شائستہ بندہ ہیں چنانچہ
مختلف میدانوں میں اس کی بندگی کو ثابت کیا اور اس کے
فرمان "فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا"[1] پر لبیک کہا: اور اپنے
بھائی حسینؑ کی طرح تاریخ بشریت کے صفحہ پر صبر کا بہترین
نمونہ رقم کر دیا۔
اس طرح باشکوہ زندگی گزارنے کے بعد بلند

۱۔ سورۂ معارج: آیت ۵، صبر کرو کہ صبر ہی بہتر ہے۔

روح خدا کے جوار رحمت میں پہنچ گئی اور اپنے دودمان
سے جا ملی، اور بہترین زندگی گزارنے، بندگیٔ خدا، عِفّت،
ایثار، فداکاری راہ خدا میں صبر و پائیداری کا سب کو
درس دیا۔
ان پر خدا کا سلام، جس روز آپؑ پیدا ہوئیں اور
جس روز دنیا سے سدھاریں اور جس روز وہ پاک و
پاکیزہ اجداد کے ساتھ اٹھائی جائیں گی۔
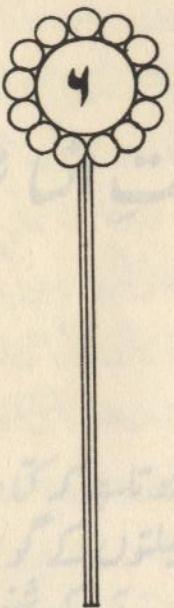
٦
عظمتِ انسانیت
○ عبادت وبندگی ○ غور وفکر ○ ایثار و فداکاری
○ صبر و پائیداری

آخری فصل

عظمتِ انسانیت

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کے آخر میں حضرت زینبؑ کی بے شمار فضیلتوں کے گوشوں کو بھی اجمالی طور پر بیان کر دیا جائے اور آپ کی شخصیت کو انسانیت کے بلند اقدار کے آئینہ میں دیکھیں اور اس مثالی خاتون سے الہام حاصل کر کے رشد و کمال کے راستہ پر چل کھڑے ہوں۔

عبادت و بندگی

معبود حقیقی اور خداوند عالم کی عبادت و بندگی بشر کی عظیم فطری ضرورت کو پورا کرتا ہے اور آدمی کا رشد و کمال بندگی ہی کا رہین منت ہے اسی بندگی کے ذریعہ انسان کمال حاصل کرتا ہے اور فرشتوں پر سبقت لے جاتا ہے

اور زمین پر خدا کا خلیفہ اور مسجود ملائکہ قرار پاتا ہے۔
بندگی یعنی پورے وجود کے ساتھ اپنے مولیٰ ومعبود
کی بارگاہ میں حاضر ہونا اس کے حکم کے علاوہ کسی بات پر
کان نہ دھرنا، ہر کام اس کی رضا کی خاطر انجام دینا اور
اس کی رضا کے علاوہ کچھ نہ سوچنا یہ ہیں اخلاص وبندگی
کے معنیٰ، انسان کی بندگی اس کی خدا کی معرفت وشناخت
کے مطابق ہوتی ہے، جن لوگوں کو خدا کی زیادہ معرفت حاصل
ہوتی ہے، جو عظمت خالق کو سمجھ جاتے ہیں وہ خود کو زیادہ
خدا کا نیاز مند سمجھتے ہیں اور معبود کے سامنے سجدہ ریز
ہو جاتے ہیں۔

رسولؐ اور ہمارے ائمہ معرفت کی معراج پر فائز ہیں
اور عبادت وبندگی میں دوسروں سے بلند وبالا ہیں، زینبؑ
اسی خاندان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، ان ہی کے مکتب
کی تربیت یافتہ ہیں، عبودیت وبندگی کے درس کو اچھی
طرح سمجھا ہے، چنانچہ ہم ان کی زندگی کے ہر گوشہ میں عظمت
بندگی دیکھتے ہیں اور زندگی کے دشوار ترین مراحل میں بھی
ہم انھیں خدا سے لو لگاتے، نماز پڑھتے دیکھتے، زندگی
کے نشیب وفراز آپؑ کو بندگی وعبادت خدا سے غافل
نہ کر سکے، بلکہ دشواریوں میں آپ کی بندگی کا جلوہ اور

زیادہ نمایاں ہے، آپؑ شب بیداری اور اپنے معبود سے راز
ونیاز کو بہت زیادہ دوست رکھتی ہیں، آپ آہ نیم شبی اور
تہجد کی پرورش یافتہ ہیں، امام حسینؑ عظمت زینبؑ کو
سب سے بہتر جانتے ہیں، چنانچہ آخری رخصت کے وقت
اپنی بہن سے فرماتے ہیں:

«یَا اُخْتَاہُ لَا تَنْسِینِی فِی نَافِلَۃِ اللَّیْلِ»[1]
بہن مجھے نماز شب میں فراموش نہ کیجئے گا

فاطمہؑ بنت الحسینؑ سے منقول ہے کہ شب عاشور میری
پھوپھی زینبؑ مستقل عبادت میں مشغول رہیں اور اپنے خدا
سے مناجات کرتی رہیں، اس کی بارگاہ میں استغاثہ کرتی
رہیں نہ لمحہ بھر کے لئے ہم میں سے کسی نے آرام کیا اور نہ چشم
زدن کے لئے نالہ رکا[2] امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں، میری
پھوپھی زینبؑ نے تمام مصائب کے باوجود کربلا سے شام
تک نماز نافلہ بھی ترک نہیں کی، تمام مشکلوں کے باوجود
عبادی مراسم سے غافل نہ ہوئیں[3]

زینبؑ کی شجاعت قوت قلب اور سکون قلب کا

---

1. ریاحین الشریعہ، ج ۳، ص ۶۲۔ 2. ریاحین الشریعہ، ج ۳، ص ۶۲۔
3. ریاحین الشریعہ، ج ۳، ص ۶۲، والخصائص الزینبیہ ص ۲۱۶

سرچشمہ خدا سے ربط اور اس پر بھروسہ تھا دربار یزید
میں آپؑ کی ہلا دینے والی تقریر، اس مسموم فضا میں نہی
عن المنکر، پورے سفر میں حیاء و عفت کی پاسداری ہر جگہ
اپنے فرائض کی انجام دہی زینبؑ کی بندگی کے جلوے ہیں۔

غور و فکر

حضرت زینبؑ کی اہم خصوصیات میں سے ایک علم
درایت اور آگہی ہے آپؑ کے علم و آگہی کی گہرائی کا آپؑ کے
خطبوں اور تقریروں سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، چنانچہ
بازار کوفہ میں امام زین العابدین نے اس خصوصیت پر
فخر کیا اور فرمایا:

«انتِ بِحمدِ اللهِ عالِمَةٌ غیرُ مُعَلَّمَةٍ
وَفَهِمَةٌ غیرُ مُفَهَّمَةٍ» [1]

آپ بحمد اللہ ایسی عالمہ ہیں جس کو سکھایا
نہیں گیا ہے، ایسی فہیدہ ہیں جنھیں سمجھایا
نہیں گیا ہے۔

تمام مراحل میں زینبؑ اپنے فرائض سے آگاہ تھیں

۱۔ نفس الہموم، ص ۳۹۵

جہاں سکوت کرنا چاہئے تھا وہاں سکوت و خاموشی اختیار کی
جہاں فریاد کرنا چاہئے تھی وہاں فریاد کی جہاں جانفشانی
کرنی چاہئے وہاں جانفشانی کی۔ کاروان اہل بیتؑ کو کنٹرول
کرنے میں آپؑ کی تدبیر حیرت انگیز تھی۔ اگرچہ عورت نرم
دل اور جذباتی ہوتی ہے، لیکن یہ احساسات و جذبات کسی
وقت بھی زینبؑ کی تدبیر و فکر پر غالب نہ ہوسکے اور آپؑ
کو فرائض الٰہی سے غافل نہ بنا سکے، آپؑ نے دہلا دینے والے
موقعوں پر بھی عاقلانہ کام کئے اسی لئے آپؑ کو عقیلۂ بنی ہاشم کہا جاتا ہے[1]

ایثار و فداکاری

زینبؑ علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹی ہیں، جس خاندان کی شان
میں سورۂ ہل اتیٰ نازل ہوا اور ان کے خالصانہ ایثار کی
مدح کی[2] اپنے نفس پر دوسروں کو مقدم کرنا اس خاندان
کی سیرت رہی ہے اور زینبؑ جو کہ اسی خاندان سے ہیں اور
مکتب توحید کی پیرو ہیں، انہوں نے اپنی پوری زندگی میں
خصوصاً سید الشہداء کی خونی تحریک کے دوران اپنے آرام
کو بھلا دیا تھا، خود کو اور اپنے عزیزوں کو راہ خدا میں

۱۔ الخصائص الزینبیہ، ص۱۹۷ ۲۔ تفسیر المیزان، ج ۲۰، ص۱۳۲

فدا کر دیا تھا، تمام مصیبتوں کو تحمل کیا اور سارے شدائد
برداشت کئے، کربلا کی عظیم تحریک میں آپؑ کی فداکاری
اور ایثار تاریخ میں محفوظ ہیں، مشکلوں میں خود کو بھول
گئیں اور فداکارانہ عمل کئے، مشکلوں کو خندہ پیشانی سے قبول
کرتی اور ان کے مقابلہ میں ثابت قدمی و مقاومت سے
کام لیتی تھیں، پورے سفر کے دوران بچّوں اور قافلہ
والوں کی حمایت کی، اپنا کھانا بھی دوسروں کو دیتی تھیں
امام زین العابدین فرماتے ہیں:

میری پھوپھی زینبؑ کوفہ سے شام تک کے سفر میں
واجب و مستحب نمازیں پڑھتی رہیں ایک منزل پر میں
نے دیکھا کہ آپؑ بیٹھ کر نماز پڑھ رہی ہیں اس کا سبب یہ
تھا کہ تین روز سے برابر اپنا حصّہ چھوٹے بچوں کو دیتی تھیں[1]

زینبؑ کا یہ ایثار و فداکاری اس لئے تھی کہ زینبؑ کو
اپنے مقصد و راستہ پر کامل ایمان تھا اور اس سلسلہ میں جانفشانی
کرنے میں آپؑ قطعی دریغ نہ کرتی تھیں، زینبؑ کی ولادت
کے وقت رسولؐ نے فرمایا تھا کہ میری وصیت ہے کہ اس دختر
کا احترام کریں کہ یہ خدیجہ کی مانند ہے[2] شاید اس مشابہت

۱ ریاحین الشریعہ، ج ۳، ص ۶۲ ۲ ریاحین الشریعہ، ج ۳، ص ۳۸

و مماثلت کی وجہ راہِ خدا میں ایثار و فداکاری ہے کیوں کہ
خدیجہؑ میں بھی یہ خصوصیات تھیں، جب رسولؐ تنہا تھے اس
وقت حضرت خدیجہؑ نے اپنی ساری دولت و ثروت ایثار
کرتے ہوئے اسلام کی ترویج میں صرف کر دی تھی[2] زینبؑ
نے بھی دین کی حفاظت میں اپنے بھائی امام حسینؑ کے ساتھ
اپنی ہر چیز قربان کر دی۔

صبر و پائیداری

حقیقی صبر کو ایمان کے وہاں تلاش کرنا چاہئے جہاں
ایمان ہوتا ہے، حقیقی صابر سچّا مومن ہوتا ہے، ایمان و
صبر کے درمیان اتنا محکم رشتہ ہے کہ روایات میں ان دونوں
کو سر و بدن سے تشبیہ دی گئی ہے۔

«اَلصَّبرُ مِنَ الْاِیْمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّأْسِ
مِنَ الْجَسَدِ»[1]

صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو کہ سر کو
بدن سے ہوتی ہے۔

اس تشبیہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مومن کے

۱ میزان الحکمہ، ج ۵، ص ۲۶۱ ۲ بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۱۳۱

ایمان کی حیات اور اس کا رشد و کمال اس کے صبر کا رہین
منت ہے اور جو مومن صابر نہیں ہے اس کا ایمان ہمیشہ
ڈگمگاتا رہے گا۔

ایمان اور فرائض پر عمل کی بنیاد پر استوار زندگی
اسی وقت میسّر ہوگی جب کہ صبر ساتھ ہوگا۔ اس لئے صبر کو
تین قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ طاعت پر صبر، معصیت پر
صبر، مصیبت پر صبر[1]۔ خدا کی بندگی، شیطان اور خواہشاتِ
نفس کی مخالفت، گناہوں سے پرہیز، مصیبتوں میں ثابت
قدمی صبر کی نیازمند ہے۔

مومن انسان زندگی میں جن دشواریوں کو برداشت
کرتا ہے، ان کے مختلف آثار ہوتے ہیں، راہ خدا میں مصیبتوں
کا ایک قیمتی ترین اثر انسان کا رشد و کمال ہے، یعنی راہ
خدا میں دشواریاں برداشت کرنے سے آدمی کے لئے رشد
کی زمین ہموار ہوتی ہے جیسا کہ حضرت علیؑ کا ارشاد ہے:
انسان ایمان کی حقیقت کا ادراک نہیں کرتا ہے مگر یہ کہ اس
میں تین خصوصیت ہوں:
۱۔ علم دین ۲۔ مصیبتوں پر صبر ۳۔ زندگی چلانے میں

۱۔ میزان الحکمہ، ج ۵، ص ۲۶۷

بہترین تدبیر[1]۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کی زندگی کی مشکلات، اگر
وہ ان پر صبر کرے تو، حقیقتِ ایمان کے ادراک کا
سبب بن جاتی ہیں۔

راہ خدا میں صبر کرنے کا دوسرا فائدہ وہ اجر و
ثواب ہے جو انسان کو آخرت میں نصیب ہوگا امام صادقؑ
فرماتے ہیں، خدائے متعال مومن بندہ کو زندگی کی دشواریوں
، بیماری، عزیزوں کی مصیبت، مالی و اقتصادی مشکلات
، دنیوی جنجال میں مبتلا کرتا ہے تاکہ اسے اجر و ثواب عطا کرے[2]
کبھی کمالات اور بہشت کا حصول صرف زندگی کی راہوں
میں دشواریوں کے برداشت کرنے پر موقوف ہوتا ہے،
اس سلسلہ میں ایک روایت ملاحظہ فرمائیں:

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے:

کبھی بندہ کے لئے خدا کے پاس ایک درجہ ہوتا
ہے جو کہ اسے اس کے عمل سے حاصل نہیں ہوتا
ہے اس لئے خداوند عالم اسے بیماری یا مصیبت
یا بیٹے کے غم میں مبتلا کر دیتا ہے، اگر وہ ان
پر صبر کرتا ہے تو خدا اس کے عوض اسے وہ درجہ
عطا کرتا ہے[3]

۱۔ بحار الانوار، جلد ۱، ص ۹۲۔ ۲۔ بحار الانوار، جلد ۶، ص ۲۳۶۔ ۳۔ بحار الانوار، جلد ۱، ص ۹۴

امام حسینؑ نے اپنے قافلہ والوں سے فرمایا تھا :
"فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ اِنَّمَا یَهَبُ الْمَنَازِلَ الشَّرِیْفَةَ لِعِبَادِهٖ بِاحْتِمَالِ الْمَکَارِهِ"۔[1]
جان لو کہ مصیبتوں کو برداشت کرنے پر خداوند عالم اپنے بندوں کو بلند درجات و منزلیں عطا کرتا ہے۔

زندگی میں پیش آنے والی مصیبتوں اور مشکلوں کے سلسلہ میں جو اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس بات کا سراغ لگایا جا سکتا ہے کہ مومن انسانوں کے لئے مصیبتوں کے دو رخ ہوتے ہیں ایک ظاہری جو کہ برا اور ناگوار ہوتا ہے دوسرا حقیقی جو کہ بہت حسین ہوتا ہے اس لئے روایات میں مصیبتوں کو مومن کے لئے خدا کے ہدیہ و تحفہ کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے۔
"اَلْمَصَائِبُ مِنَحٌ مِنَ اللّٰهِ ..."[2]
مصائب خدا کا عطیہ و تحفہ ہیں۔

چنانچہ اولیاء اللہ اور پیغمبر مصائب کے حسین چہرہ کا نظارہ کرتے ہیں، اور اس کے سامنے سراپا تسلیم و راضی

---

[1] بحار الانوار، ج ۴۵، صفحہ ۹۰ - [2] کافی، جلد ۲، ص ۲۶۰ و بحار الانوار، ج ۷، ص ۶

ہیں، یعنی مصیبت پڑنے پر کسی قسم کا گلہ نہیں کرتے ہیں بلکہ اس سے راضی رہتے ہیں۔

زینبؑ حقیقت بین اور واقع نگر ہیں اور چوں کہ مصائب و دشواریوں کے حقیقی چہرہ کو دیکھتی ہیں انھیں اچھا سمجھتی ہیں اور ان پر صبر کرتی ہیں، زینبؑ کی زندگی میں عہد طفولیت ہی سے مصیبتیں رہی ہیں، آپؑ کے جد رسولؐ کی وفات حسرت آیات کی مصیبت، آپؑ کی والدہ حضرت فاطمہ زہراؑ کی جانگداز شہادت کی مصیبت، آپؑ کے والد حضرت علیؑ اور آپؑ کے بھائی امام حسنؑ کی شہادت کی مصیبت اور کربلا کی بے شمار مصیبتیں عالم کے عظیم ترین مصائب میں شمار ہوتی ہیں، زینبؑ نے ان تمام مصائب کو صبر و شعور کے ساتھ برداشت کیا ہے چنانچہ صبر آپؑ کے نام سے مقرون ہوگیا ہے زینبؑ کا صبر بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجوں کی شہادت پر دیکھا جا سکتا ہے، زینبؑ کے صبر کو باپ کی آغوش میں شیر خوار کی شہادت کے وقت دیکھا جا سکتا ہے، زینبؑ کے صبر کو امام زین العابدینؑ کو تسلی دیتے وقت دیکھا جا سکتا ہے، زینبؑ کے صبر کو لاش سید الشہداؑ اور دیگر شہیدوں کی لاش کو دیکھنے کے وقت دیکھا جا سکتا ہے۔

زینبؑ کے صبرِ جمیل کی عظمت کو اس وقت ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ جب ابن زیاد کے سامنے آپؑ نے خود کو بہترین و جمیل قرار دیا۔

"مَا رَأَیتُ اِلَّا جَمِیلًا"[۱]

راہ خدا میں ہم نے جو مصائب اٹھائے ہیں وہ حسین و جمیل تھے۔

خداوند عالم زینبؑ کبریٰ اور راہ خدا میں ایثار کرنے والوں پر، جو کہ صبرِ زینبؑ کو اپنی کتابِ حیات کا عنوان قرار دیتے ہیں، رحمت نازل فرمائے۔

---

۱ نفس المهموم، ص۲۰۷ و لہوف، ص

زینبؑ یعنی باپ کی زینت ، یہ نام خدا نے اس دختر کے لئے انتخاب کیا تھا جو کہ اپنا پیغام پہنچا کر فخرِ تاریخ اور خاندان نبوت و ولایت کے لئے باعث افتخار بن گئی، اسی لئے تاریخ کربلا میں ،جو کہ اسلام و تشیع کی زندہ وجاوید تاریخ ہے، زینبؑ کا نام آپ کی فداکاری کی وجہ سے درخشاں ہے
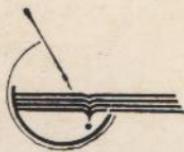
مؤسسة أنصاريان للطّباعة والنشر
قم - شارع الشهداء - فرع رقم ۲۲
ص . ب : ۱۸۷ - تليفون ٧٤١٧٤٤
الجمهورية الاسلامية الايرانية